راہِ سلوک

حضرت جناب شاہین اقبال اثر جونپوری دامت برکاتہم

خلیفہ مجاز

عارف باللہ حضرت اقدس

مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

کتب خانہ مظہری

گلشن اقبال کراچی پاکستان

CamScanner

تاثرات

حضرت مولانا ابن الحسن عباسی صاحب مدظلہ العالی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شاہین اقبال اثر صاحب کے قطعات ،اشعار اور نظمیں دیکھ اور پڑھ کر بلبل ہزار داستان کی اصطلاح یاد آجاتی ہے ۔مختلف قلمی ناموں سے ان کا کلام شائع ہوتا ہے۔ ان کے کلام کی فنی باریکیوں اور معیار پر کوئی صاحب فن ہی گفتگو کرسکتا ہے، ایک عام قاری کی حیثیت سے جب بھی ان کا کلام پڑھا تو یوں لگا جیسے جھلساتی ہوئی دھوپ میں صحنِ چمن کی ٹھنڈی ہوا کا جھونکا! ان کی شاعری مؤمنانہ شاعری ہے جس کی تہہ میں ایک حساس دل کا درد، ایک قلبِ مؤمن کا سوز اور ایک مضطرب روح کی تڑپ ہلکورے لیتی محسوس ہوتی ہے۔ ایک شاعر عام آدمی کے مقابلہ میں زیادہ حساس ہوتا ہے۔ اور اس نسبت سے وہ واقعات ، مشاہدات اور حالات کا اثر بھی دوسروں کے مقابلے میں زیادہ لیتا ہے ، ہمارا آج کا یہ عہد مسلمانوں کے مستقبل کا امکان دکھائی دیتا ہے۔ مجھے ان کی کئی نظموں میں آبشار کی طرح روانی محسوس ہوتی ہے ،ایک ایسا آبشار جس کے شیریں نغمے خوابیدہ روح کو بیدار اور پژمردہ دل کو سرشاری عطا کردیتے ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ صرف گفتار کے نہیں دنیائے دل کے شناور بھی ہیں۔ دل، سوز و گداز کی کائنات ہے اور اس پر محنت کرنے والوں کی صدائے بازگشت بزم سے رزم تک سنائی دیتی ہے،ان کی نظموں میں بلا کی سلاست اور روانی ہے۔ ان کی ایک نظم کے چند اشعار پڑھیئے:

ایمان کا تُو نام بصد چشم و بصر لے
لیکن کبھی مومن سا کوئی کام بھی کر لے

دنیا میں نہ ہو کفر کی شوکت کا کہیں نام
تُو صاحبِ ایمان اگر تیغ و تبر لے

حالات مسلمان کے تابع ہیں مرے دوست
سمجھوتہ مسلمان کیوں حالات سے کر لے

عقبیٰ کے لئے دولتِ دنیا کو فدا کر
وعدہ ہے مرے رب کا اِدھر دے تو اُدھر لے

باطن ترا خالی ہے اگر عشقِ خدا سے
کیا تجھ کو یہ زیبا ہے فقط بطن کو بھر لے

قطرہ جو گرا خوں کا اُدھر ہوگئی بخشش
بس جان دے اور نقد ہی جنت کا ثمر لے

مسلم ہے تُو اسلام پہ جاں اپنی فدا کر
مومن ہے تُو پھر مسجدِ اقصیٰ کی خبر لے

ان کی تمام نظم میں اسی طرح کی سلاست اور روانی ہے۔ اللہ کرے ان کا طبعِ موزوں اسی طرح ناصحانہ اشعار کے انبار لگاتا رہے۔

ابن الحسن عباسی

پیشِ لفظ

تمام تعریفیں اس ذات کے لیے جو وحدہ لاشریک اور قادرِ مطلق ہے اور درود و سلام اس ہستی پر جس کے بارے میں شاعر نے کیا ہی خوب کہا ہے کہ ع بعداز خدا بزرگ توئی قصہ مختصر صلی اللہ علی النبی الامّی۔ بعدہٗ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ، (جس نے بندوں کا شکریہ ادا نہیں کیا اس نے اللہ تعالیٰ کا بھی شکرادا نہیں کیا) لہٰذا اگر بندہ اپنے شیخ و مربی عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب مدظلہ کا ممنونِ احسان نہ ہوتو اس سے بڑی ناشکری اور کیا ہوگی جبکہ بندہ روحانی طور پر مردہ تھا، اس مسیحائے وقت ہی نے حیاتِ نو عطا کی اور ذرہٗ ناکارہ کو اپنی شعاعِ بصیرت سے چمکا دیا۔ بندے کا حالیہ مجموعہ ہی نہیں بلکہ تمام کے تمام اشعار اس آفتابِ جہاں تاب کی لازوال کرنوں سے مستفاد ہیں۔جیسا کہ ناچیز نے عرض کیا ہے۔

ساقی تری نگاہ کا صدقہ ہے کیفِ جام مستی ترے بغیر نہ نعرہ ترے بغیر

یہ صرف شاعری نہیں بلکہ ایسے حقائق ہیں جن کا ادراک بغیر تجربہ کے ناممکن ہے۔ بقول حضرت خواجہ مجذوبؒ

جس قلب کی گرمی نے دل پھونک دیئے لاکھوں
اس قلب میں یا اللہ کیا آگ بھری ہو گی

پیش نظر کتاب جو کہ ایک طویل مدت تک طباعت کے دشوارگزار مراحل طے کرتی ہوئی آپ کے ہاتھوں میں ہے،اس میں بندے کے کچھ ایسے اشعار بھی شامل ہیں جوشاعری کے ابتدائی دور کے ہیں اور اگرچہ ہلکے پھلکے ہیں مگر ان کی افادیت کے پیشِ نظرانہیں کتاب کی زینت بنایا گیا ہے۔ اس کے علاوہ تقریباً سب ہی اشعارتازہ ہیں مگر وہ بھی بہت زیادہ بھاری بھرکم نہیں ہیں بلکہ عام فہم ہیں۔ وجہ ظاہر ہے کہ جن حضرات نے قطبِ زمانہ ، رومیؒ ثانی ، عارف باللہ حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب مدِظلہ العالی کی مجالس میں شرکت کی ہو وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ حضرتِ اقدس اس کا کس قدر اہتمام فرماتے ہیں کہ آسان سے آسان اردو میں لوگوں تک بات پہنچائی جائے یہاں تک کہ بعض دفعہ کسی خادم نے کہا کہ

ڈاڑھی ایک مشت رکھنی چاہیئے تو حضرتِ والا نے فرمایا کہ مشت کا مطلب بتاؤ بلکہ مٹھی کہو نیز جب بھی کسی نے اشعار کے دوران بت کا لفظ استعمال کیا تو شاید ہی کبھی ایسا ہوا ہو کہ حضرت نے نہ فرمایا ہو کہ بت کے معنی بتاؤ یعنی فانی حسین یا حسینہ پھر اس کی بھی تشریح کرو کہ عورت حسین ہو یا نہ ہو اس کی طرف تو مطلق نظر جائز نہیں، امرد یعنی وہ لڑکے جن کی ڈاڑھی مونچھ نہ آئی ہو یا اگرچہ آ بھی گئی ہو مگر اس کی طرف میلان ہوتا ہو تو وہ بھی امرد یعنی بت کے حکم میں ہے۔ بعض مرتبہ ان الفاظ کو تین بار دہرانے کا حکم ہوتا ہے تا کہ یہ باتیں لوگوں کے دلوں میں اتر جائیں۔ اس طرح کی بے شمار مثالیں موجود ہیں لہٰذا حضرتِ اقدس کی تعلیمات کی روشنی میں ناچیز کا نقطۂ نظر شاعری کے بارے میں بھی یہی ہے کہ وہ اتنی آسان ہو کہ ہر خاص وعام کو سمجھ میں آ سکے کیونکہ اکثر عوام کو شعراء سے یہ شکوہ رہا ہے کہ (مگر ان کا کہا یا آپ سمجھیں یا خدا سمجھے) اور جب کوئی چیز سمجھ ہی نہ آئے تو کوئی پڑھے کیونکر، اور غالباً یہی وجہ ہے کہ ہمارے کالج و یونیورسٹی کے بیشتر اعلیٰ تعلیم یافتہ طلبہ شعر وسخن سے نابلد بلکہ اگر کہا جائے کہ متنفر ہیں تو مبالغہ نہ ہو گا۔

لہٰذا ناچیز نے انہیں وجوہ کی بنا پر نظیر اکبر آبادی کی پیروی کرتے ہوئے ایسے الفاظ بھی استعمال کئے ہیں جو بظاہر سوقیانہ (بازاری) محسوس ہوتے ہیں مگر جس مجبوری اور ضرورت کا ذکر مندرجہ بالا عبارت میں کیا جا چکا اس سے واضح ہے کہ بندے کا مقصود یہ ہے کہ ہر خاص وعام با آسانی ان اشعار کو سمجھ سکے کیونکہ سمجھنے کے بعد ہی عمل کی توقع کی جا سکتی ہے۔ لیکن یاد رہے کہ یہ اشعار اگرچہ پڑھنے میں آسان محسوس ہوں مگر لکھے اتنی آسانی سے نہیں گئے ہیں۔ میں سچ عرض کروں کہ ان اشعار میں صرف دردِ دل ہی نہیں بلکہ میرا خونِ جگر بھی شامل ہے لہٰذا اسے سرسری انداز میں نہ پڑھیں بلکہ کسی مخلص کی فریاد سمجھ کر اس پر غور کریں اور اس کے بعد عمل کی کوشش کریں کہ یہی اس کتاب کا مقصد ہے۔

اللہ تعالیٰ مجھ سمیت تمام مسلمانانِ عالم کو اپنی مرضیات پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، اس کتاب کے جملہ معاونین کو جزائے عظیم عطا فرمائے اور اس ناچیز کے لئے اس کتاب کو ذخیرۂ آخرت بنائے (آمین)

بندہ شاہین اقبال اثر

حمدِ باری تعالیٰ

ہے مرا مشن تری جستجو تری شان جلّ جلالہ
تجھے ڈھونڈتا ہوں میں کو بہ کو تری شان جلّ جلالہ

تُو شکور ہے تُو غفور ہے سو یہ عرض تیرے حضور ہے
میں گناہ گار ہوں بخش تُو تری شان جلّ جلالہ

تُو کریم ہے تُو رحیم ہے تُو حلیم ہے تُو عظیم ہے
تُو علیم ہے، ہے خبیر تُو تری شان جلّ جلالہ

تجھے دیکھے بِن میں فدا ہوا کہ ترے ہی در کا گدا ہوا
ہے ترے فراق میں ہاؤ ہُو تری شان جلّ جلالہ

تری ذات حاصلِ کائنات ترا ذکر ہی ہے مری حیات
ترا عشق ہے مری آرزو تری شان جلّ جلالہ

نہیں فکر کی کوئی بات ہے تری ذات گر مرے ساتھ ہے
بھلا کیا کرے گا مرا عدو تری شان جلّ جلالہ

ترا پیار روح کا تزکیہ ترا وصل غیر سے تخلیہ
ترا عشق قلب کا ہے وضو تری شان جلّ جلالہ

ہے تمنا عشقِ کے باب میں سرِ حشر تیری جناب میں
یہ کہے اثر ترے روبرو تری شان جلّ جلالہ

حمدِ باری تعالیٰ

جو شکر پیدا کرے وہ کتنا میٹھا ہوگا خود
جو قمر پیدا کرے وہ کتنا پیارا ہوگا خود

وہ جو ماؤں کی محبت کا بھی خالق ہے آثر
ہم نے یہ سوچا کبھی محبوب کتنا ہوگا خود

جس نے دنیا کے حسینوں کو دیا ہے ایسا حسن
ایک لمحے کے لئے سوچیں کہ کیسا ہوگا خود

جاذبیت جس نے مقناطیس کو کی ہے عطا
خود بتائیں کیسی شانِ جذب والا ہوگا خود

جس نے شاہوں کو عطا کی بھیک تخت و تاج کی
کیسا لامحدود اور مخفی خزانہ ہوگا خود

جبکہ لیلیٰ کے نمک نے قیس کو مجنوں کیا
خالقِ لیلیٰ ذرا سوچیں کہ کیسا ہوگا خود

ہے دلیلِ قربِ مولیٰ آیتِ حَب لِلوَرید
دل کے آئینے میں اکثر ہم نے دیکھا ہوگا خود

شان ہے جس کی ولم یکن لہ کفواً احد
پھر صفات و ذات میں وہ کیوں نہ یکتا ہوگا خود

CamScanner

مہر کو جس نے ذرا سی روشنی کی بھیک دی
آپ اپنی ذات میں کیسا اجالا ہوگا خود

آپ بس ان کی محبت میں کریں راز و نیاز
دیکھتے ہی دیکھتے عالم میں چرچا ہوگا خود

حمدِ باری تعالیٰ

چھپی اسم میں بھی مری آہ ہے
حقیقت میں اللہ اللہ ہے

سلاطینِ عالم بھی اس کے گدا
فقط شاہ کب ہے شہنشاہ ہے

تمام عزتیں ہیں اسی کے لئے
کہ زیبا اسی کو فقط جاہ ہے

ہمارے معاصی کہ محدود ہیں
تری شانِ رحمت تو بے تھاہ ہے

ہمیں بھی تو کر دے حضوری عطا
کہ تُو ہر نفس ہم سے آگاہ ہے

بلا راہبر کے جو رستہ چلے
وہ محرومِ منزل ہے گمراہ ہے

میں بیزارِ اغیار ہوں اے اثؔر
وظیفہ مرا حسبی اللہ ہے

مناجات

الٰہی دشمنانِ دینِ آقا ﷺ کو فنا کر دے
مسلمانانِ عالم کو تُو پھر غلبہ عطا کر دے

جو ہیں کفار ان کے مکر کو لوٹا دے ان پر ہی
مسلمانوں کو پھر سے عظمتِ رفتہ عطا کر دے

تُو ہے تقدیر پر حاکم بدل دے قسمتِ مسلم
تری ہی ذات ہے منعم تُو رحمت بے بہا کر دے

لیا تھا عہد جو کچھ عالمِ ارواح میں تُو نے
تُو ہی توفیق دے اس عہد کو بندہ وفا کر دے

الٰہی التجا یہ ہے مسلمانانِ عالم کو
لباسِ سنتِ سرکار سے آراستہ کر دے

مناجات

تری ذات کی الفت مانگتا ہوں اعمال کی رغبت مانگتا ہوں
جو تجھ سے محبت کرتے ہیں میں ان کی محبت مانگتا ہوں

مانا کہ ہے چھوٹا منہ میرا پر ذات بڑی ہے تیری بہت
اعمال نہیں کچھ پر تیری رحمت سے جنت مانگتا ہوں

میں تجھ پہ بصارت کردوں فدا تُو مجھ کو بصیرت کردے عطا
نظروں کی حفاظت مانگتا ہوں ایماں کی حلاوت مانگتا ہوں

اسباب مہیا کر تو لئے صدیقِ زماں تک آ پہنچا
اے قادرِ مطلق اب تجھ سے میں تیری ولایت مانگتا ہوں

میں قتل ہوں تیرے رستے میں پھر زیست ملے پھر قتل ہوں میں
پھر زندہ ہونا چاہتا ہوں پھر تجھ سے شہادت مانگتا ہوں

ایمان مرا گرما دے اب تُو اپنا کرم فرما دے اب
عصیاں سے کردے دور مجھے میں تیری قربت مانگتا ہوں

میں بھی ہوں ترا اے کش آخر تکتا ہوں تجھے سائل کی طرح
اے ساقیٔ دوراں میں تیری اک چشمِ عنایت مانگتا ہوں

مرے جینے کا کیا فائدہ ہے مرے مرنے سے نقصان ہے کیا
میں اپنی جان کے بدلے میں مرشد کی صحت مانگتا ہوں

مناجات

تُو نے عطا کیا جو شجر اس میں پھل بھی دے
عشقِ نبی ﷺ دیا ہے تو حسنِ عمل بھی دے

تُو نے ہی تو اتارا ہے تالابِ دہر میں
اب تُو ہی ہم کو زندگی رشکِ کنول بھی دے

یوں بیٹھے بیٹھے بات سے بنتی نہیں ہے بات
اے دوست سمتِ منزلِ مولیٰ کو چل بھی دے

تخمِ عمل کے واسطے زرخیز ہو زمیں
تبلیغِ دیں کے واسطے موقع محل بھی دے

احسانِ عشقِ اہلِ محبت کے ساتھ ساتھ
انعامِ حسنِ خاتمہ وقتِ اجل بھی دے

آ ِکل تو ہم ضرور ہیں عاقل نہیں مگر
ہے آج کی تو فکر ہمیں فکرِ کل بھی دے

تیرے لئے ہے قوتِ طاغوت لہوِ طفل
مانند چیونٹیوں کے تُو ان کو مسل بھی دے

ہے آیتِ ایّام نداول کا واسطہ
مولیٰ تو اہلِ حق کے دنوں کو بدل بھی دے

نعت

اب خوف ہے مرنے کا نہ جینے کی طلب ہے
گر کوئی طلب ہے تو مدینے کی طلب ہے

جو سمت رہِ روضۂ اقدس ہو روانہ
اب مجھ کو فقط ایسے سفینے کی طلب ہے

اب تاجِ سلاطینِ زمانہ نہیں بھاتے
خاکِ رہِ طیبہ کے خزینے کی طلب ہے

مجھ جیسا خطاکار ہے مشتاقِ حضوری
پاکیزہ بہت ایک کمینے کی طلب ہے

میخانۂ دنیا کی شرابوں سے اٹھا دل
اب ساقیٔ کونین ﷺ سے پینے کی طلب ہے

برسوں سے ہوں میں منتظرِ اذنِ حضوری
کیا یہ کوئی دو چار مہینے کی طلب ہے

خوشبوئے حنا اہلِ زمانہ کو مبارک
عشاق کو آقا ﷺ کے پسینے کی طلب ہے

دم نکلے آثرؔ روضۂ اقدس پہ پہنچ کر
کچھ روز فقط اس لئے جینے کی طلب ہے

مسرور ہوں ممدوحِ خدا مدحِ آثرؔ سے
مدحت کے لئے ایسے قرینے کی طلب ہے

نعت

عاشق یہ ترا روضہ کیا دیکھ کے آیا ہے
طیبہ کا حسیں منظر آنکھوں میں سمایا ہے

ہیں محوِ درِ اقدس عقلاء کی عقلیں بھی
دیوانہ بنایا ہے دیوانہ بنایا ہے

برسی ہے مرے دل پر برسات بصیرت کی
جب اسمِ محمد ﷺ کو آنکھوں سے لگایا ہے

جو ان کا دِوانہ ہے وہ غیر بھی ہے اپنا
جو ان کا نہیں عاشق اپنا بھی پرایا ہے

طیبہ کی طرف ازخود اٹھتے ہیں قدم کیونکر
محسوس یہ ہوتا ہے آقا ﷺ نے بلایا ہے

نفرت کسی انساں سے آقا ﷺ نے نہیں رکھی
ہو لاکھ برا کوئی پہلو میں بٹھایا ہے

اک بار جو دیکھا ہے طیبہ کا حسیں منظر
دوجا کوئی منظر بھی آنکھوں کو نہ بھایا ہے

اللہ سے ملاتے ہیں سنت کے راستے

ہیں یوں تو بے شمار ریاضت کے راستے
مستند وہی ہیں شریعت کے راستے
پہنچیں خدا تلک جو محبت کے راستے

نقشِ قدم نبی ﷺ کے ہیں جنت کے راستے
اللہ سے ملاتے ہیں سنت کے راستے

عشاق اب بھی کیف مسلسل کا جام لیں
گر سنت رسول ﷺ کو مضبوط تھام لیں
دینے لگیں صدائیں سعادت کے راستے

نقشِ قدم نبی ﷺ کے ہیں جنت کے راستے
اللہ سے ملاتے ہیں سنت کے راستے

مٹ جائیں دارِ فانی کے رنج و الم بھی آج
کرلیں مجاہدہ جو رہِ حق میں ہم بھی آج
کھل جائیں بے شمار ہدایت کے راستے

نقشِ قدم نبی ﷺ کے ہیں جنت کے راستے
اللہ سے ملاتے ہیں سنت کے راستے

قلب و نظر بچایئے ڈاڑھی بڑھایئے
ٹخنوں سے اپنے پائنچے اوپر اٹھایئے
خوش کیجئے نبی ﷺ کو اطاعت کے راستے

نقشِ قدم نبی ﷺ کے ہیں جنت کے راستے
اللہ سے ملاتے ہیں سنت کے راستے

دی ہے خدائے پاک نے خود اس کی اطلاع
محبوبِ حق بنائی ہے سنت کی اتباع
ملتا ہے مولیٰ، عشقِ رسالت کے راستے
نقشِ قدم نبی ﷺ کے ہیں جنت کے راستے
اللہ سے ملاتے ہیں سنت کے راستے

اپناتے ہیں جو سیرتِ خیرالنام ﷺ لوگ
کرتے ہیں سنتوں کا جہاں اہتمام لوگ
ازخود ہی بند ہوتے ہیں بدعت کے راستے
نقشِ قدم نبی ﷺ کے ہیں جنت کے راستے
اللہ سے ملاتے ہیں سنت کے راستے

شیطان اور نفس کی راہوں کو چھوڑ دیں
یعنی ہم آج بھی جو گناہوں کو چھوڑ دیں
ہم پر کھلے ہوئے ہیں ولایت کے راستے
نقشِ قدم نبی ﷺ کے ہیں جنت کے راستے
اللہ سے ملاتے ہیں سنت کے راستے

گر چاہتے ہیں دل میں خدا کو بسائیے
مرشد کی مان لیجے نگاہیں بچائیے
جاتا ہے دل نظر کی خیانت کے راستے
نقشِ قدم نبی ﷺ کے ہیں جنت کے راستے
اللہ سے ملاتے ہیں سنت کے راستے

دنیا کی ہر برائی سے دامن جھٹک گئے
اک جست ہی میں سالکیں مولیٰ تلک گئے
مرشد نے وہ بتائے سہولت کے راستے
نقشِ قدم نبی ﷺ کے ہیں جنت کے راستے
اللہ سے ملاتے ہیں سنت کے راستے

مدینے شریف حاضری سے قبل

شرف مجھ کو ملا ہے حاضری کا
چمک اٹھا ستارہ زندگی کا
ٹھکانہ ہی نہیں میری خوشی کا
نہ پوچھو حال میری بے خودی کا

شرابِ شوق پینے جا رہا ہوں
زہے قسمت مدینے جا رہا ہوں

نہیں طیبہ رہا اب دور دیکھو
فضا میں چار سُو ہے نور دیکھو
ہُوا میں کس قدر مسرور دیکھو
کہ ہو کر مستیوں میں چور دیکھو

شرابِ شوق پینے جا رہا ہوں
زہے قسمت مدینے جا رہا ہوں

نہ اب بھجواؤ مجھ سے تم پہلیاں
نہیں بھاتیں مجھے یہ رنگ رلیاں
مری نظروں میں ہیں طیبہ کی گلیاں
کھلی جاتی ہیں میرے دل کی کلیاں

شرابِ شوق پینے جا رہا ہوں
زہے قسمت مدینے جا رہا ہوں

جونہی ٹھکرا دیا دنیا نے مجھ کو
صدا دی گلشنِ طیبہ نے مجھ کو
چلے ہیں لوگ کیوں سمجھانے مجھ کو
بلایا ہے مرے مولیٰ نے مجھ کو

شرابِ شوق پینے جا رہا ہوں
زہے قسمت مدینے جا رہا ہوں

اثر پلکیں بچھائے جا رہا ہے
نگاہوں کو جھکائے جا رہا ہے
غمِ دنیا بھلائے جا رہا ہے
خوشی سے گنگنائے جا رہا ہے

شرابِ شوق پینے جا رہا ہوں
زہے قسمت مدینے جا رہا ہوں

مدینہ طیبہ حاضری کے وقت جذبات کا اظہار

اک تیرہ شب کو صبح کی تنویر مل گئی
یعنی حسین خواب کی تعبیر مل گئی

خاکِ دیارِ شاہِ زمانہ ﷺ ہوئی عطا
چشمِ فقیر کے لئے اکسیر مل گئی

پروانہ جب سے اذنِ حضوری کا مل گیا
ایسا لگا کہ خلد کی جاگیر مل گئی

ہمراہِ شیخ پہنچا دیارِ رسول ﷺ تک
اللہ تک رسائی کی تدبیر مل گئی

یہ در کچھ ایسا در ہے کہ جس کی گدائی سے
شاہانِ مملکت کو بھی توقیر مل گئی

مدت سے کر رہا تھا آثر نالہ و فغاں
آخر آثر کی آہ کو تاثیر مل گئی

مدینے شریف سے واپسی پر

فضا میں ہر طرف اب تیرگی ہے نظر پیاسی ہے دل میں بے کلی ہے
شرابِ عشقِ آقا ﷺ خوب پی ہے مگر اب بھی بلا کی تشنگی ہے

درِ آقا ﷺ سے واپس جا رہا ہوں
بڑا مجبور و بے بس جا رہا ہوں

جدائی کی گھڑی تڑپا رہی ہے لہو چشمِ اثر برسا رہی ہے
نہیں تدبیر کچھ بن پا رہی ہے کہ پھر تقدیر غالب آ رہی ہے

درِ آقا ﷺ سے واپس جا رہا ہوں
بڑا مجبور و بے بس جا رہا ہوں

دلِ پُر شوق بھرتا بھی نہیں ہے نشہ الفت کا اترا بھی نہیں ہے
ابھی جی بھر کے دیکھا بھی نہیں ہے کروں کیا وقت تھمتا بھی نہیں ہے

درِ آقا ﷺ سے واپس جا رہا ہوں
بڑا مجبور و بے بس جا رہا ہوں

ابھی کی بات ہے اے میرے بھائی ملی تھی قیدِ فرقت سے رہائی
ہوئی تھی ارضِ طیبہ تک رسائی ابھی پھر آ گیا وقتِ جدائی

درِ آقا ﷺ سے واپس جا رہا ہوں
بڑا مجبور و بے بس جا رہا ہوں

درباب ِ عشق ِ شیخ

میری مخمور نگاہوں پہ نہ حیرت کرتے
کاش تم بھی مرے ساقیؔ سے محبت کرتے

کیا کیجئے دل چیر کے دکھلا نہیں سکتا

مرشد کی محبت کو میں سمجھا نہیں سکتا
اس حال کو الفاظ میں بتلا نہیں سکتا

یہ ظاہری اعضا کا نہیں دل کا عمل ہے
کیا کیجئے دل چیر کے دکھلا نہیں سکتا

عشاق کے احوال کی ممکن نہیں تعبیر
الفاظ کی زنجیر میں پہنا نہیں سکتا

جب تک کہ ثمر کوئی محبت کا نہ چکھے
ہے ذائقہ کیسا یہ سمجھ آ نہیں سکتا

اک جلوۂ مرشد نے کیا دل کو مسخر
اب دوسرا آنکھوں کو کوئی بھا نہیں سکتا

گر مرشدِ محسن سے نہ ہو حسنِ تعلق
کیفیتِ احسان کوئی پا نہیں سکتا

لغزش نہ کبھی مجھ سے ہوئی راہِ خدا میں
یہ بات کوئی اور تو فرما نہیں سکتا

وہ نسبتِ صدیق کے حامل ہیں یقیناً
ان جیسا کوئی دوسرا دکھلا نہیں سکتا

جو عاشقِ لیلیٰ ہے ہوا کرتا ہے نادم
جو عاشقِ مولیٰ ہے وہ پچھتا نہیں سکتا

منزل کا اگر شوق ہے تو چلنا پڑے گا
رہبر تجھے کاندھوں پہ تو پہنچا نہیں سکتا

انگارۂ دوزخ ہیں یہ معلوم ہے جس کو
وہ مال یتیموں کا کبھی کھا نہیں سکتا

کس منہ سے پڑھا کرتا ہے نعتیں کہ جو رخ پر
سرکار ﷺ کے پرچم کو بھی لہرا نہیں سکتا

ضروری بات

ہر اک مرید کو یہ جاننا ضروری ہے
مزاج شیخ کا پہچاننا ضروری ہے

ہزار دعوئے الفت بجا سہی لیکن
جو کہہ رہے ہیں اسے ماننا ضروری ہے

شاہانہ مزاج

دیکھئے تو وہ نظر آتے ہیں شاہانہ مزاج
جانچئے تو ان کا باطن ہے فقیرانہ مزاج

جامعِ اضداد ہوتے ہیں ہمیشہ اہلِ دل
ہوش میں رہتے ہوئے رہتے ہیں دیوانہ مزاج

پڑتی ہے شانِ کریمی کی تجلی مستقل
جب ہی اہل اللہ رکھتے ہیں کریمانہ مزاج

کرتے ہیں فقہی مسائل حل مثالِ عشق سے
یوں جھلکتا ہے کبھی ان کا فقیہانہ مزاج

ساقیٔ دوراں کا بس اک جام کافی ہے جناب
جو یہاں آئے بدل جاتا ہے رندانہ مزاج

جانِ جاناں پر فدا ہونے کو ہر دم جاں بدست
شمعِ حق کے لئے رکھتے ہیں پروانہ مزاج

طائرِ قدسی کی صحبت کا یہ ادنیٰ فیض ہے
ہوگئے رشکِ ملک اکثر بہیمانہ مزاج

یہ نگاہِ شیخ کی زندہ کرامت ہے اثر
دیکھتے ہی دیکھتے یکسر بدل جانا مزاج

خارِ چمن کو آپ نے رشکِ گلاب کردیا

برپا دل و نگاہ میں اک انقلاب کردیا
شیطان اور نفس کا خانہ خراب کردیا

لکھ کر کتاب ''روح کی بیماریاں ان کا علاج''
باطن کے سارے دشمنوں کو بے نقاب کردیا

قلبِ رقیق ہی نہیں گرمایا سوزِ عشق سے
بے حس و سنگدل کو بھی چشمِ پُرآب کردیا

گلشن کا فیض دوستو محدود گل تلک نہیں
خارِ چمن کو آپ نے رشکِ گلاب کردیا

مریض اب طبیب ہے بے نطق اب خطیب ہے
بدبخت خوش نصیب ہے آتش کو آب کردیا

تھے جو کبھی عصیاں میں مست وہ بدنظر مُردہ پرست
ہیں راہِ حق میں جاں بدست گدھ کو عقاب کردیا

بے پیاسے پیاسے بن گئے اور پیاسے ساقی بن گئے
مُردوں میں جان ڈال دی ایسا خطاب کردیا

گویائی کا دیا کچھ ایسا ساتھ سیلِ اشک نے
کہ سنگ کی چٹان کو بھی آب آب کردیا

خوشبو نہ ان کی کیوں اڑے سارے جہان میں بھلا
آتشِ عشق نے جنہیں مثلِ کباب کردیا

خارِ مغیلاں دیکھتے ہی رہ گئے اللہ نے
غنچۂ پھولپور کو رشکِ گلاب کردیا

حیرت ہے جانتے ہیں سب اخترؔ کے نام سے اسے
ذروں کو جس کی اک نظر نے آفتاب کردیا

روحانی پہلوان کو کچھ ایسے گر سکھا دیئے
نفسِ عدو کے امتحاں میں کامیاب کردیا

جب در کی خاک ہوگئے ناپاک پاک ہوگئے
رسوائے اہلِ دہر کو حضرت جناب کردیا

آتا نہیں یقین گر دیکھئے جانبِ اثرؔ
ایسے ذلیل و خوار کو عزت مآب کردیا

پیری میں میرے پیر کی آخر کوئی تو بات ہے
یونہی فدا اثرؔ نے کب اپنا شباب کردیا

نوازش ہوگی

دل کے ارمان نکالیں تو نوازش ہوگی
اپنے سینے سے لگالیں تو نوازش ہوگی

مجھ کو اغیار نے دھتکار دیا ہے سرکار
اپنی محفل میں بٹھالیں تو نوازش ہوگی

بدتر از خارِ مغیلاں ہوں میں اے رشکِ گلاب
اپنے دامن میں چھپا لیں تو نوازش ہوگی

ہوش مجھ کو نہ رہے سود و زیاں کا ہرگز
اپنا دیوانہ بنا لیں تو نوازش ہوگی

جو سبک رو ہیں میں ہوں ان سے زیادہ محتاج
مجھ سے گرتے کو سنبھالیں تو نوازش ہوگی

نفس و شیطان نے کر ڈالا ہلاکت کے قریب
اس تباہی سے بچا لیں تو نوازش ہوگی

میں ہوں اور خوئے معاصی کی وبا چار طرف
اس غلاظت سے نکالیں تو نوازش ہوگی

اک نظر کردیں تو مل جائے مجھے آبِ حیات
گِل سمجھ کر ہی اٹھالیں تو نوازش ہوگی

میری مٹی کو وہ قدموں ہی سے بخشیں زینت
اپنے رستے میں بچھا لیں تو نوازش ہوگی

ہے تمنا کہ مری کھال کے نعلین بنیں
اپنے تلووں سے لگا لیں تو نوازش ہوگی

پھل

تخمِ محبت پھل لائے گا
آج نہیں تو کل لائے گا

ویرانوں میں پھول کھلیں گے
جنگل میں منگل لائے گا

جان قدموں پہ لٹا دے ترا دیوانہ ابھی

کیسے سمجھے گا رموزِ دلِ دیوانہ ابھی
وہ جو خود عشق کی دولت سے ہے بیگانہ ابھی

آجا آجا تُو بھی خدمت میں غلامانہ ابھی
دیکھ لے دیکھ لے یہ صورتِ شاہانہ ابھی

اترے شاہوں سے اَثر نشہ شاہانہ ابھی
اک صدا ہم بھی لگادیں جو فقیرانہ ابھی

جان کیا چیز ہے گر ایک اشارہ ہو جائے
جان قدموں پہ لٹا دے ترا دیوانہ ابھی

اب تو آنکھوں سے پلادے مئے الفت ساقی
صبر کا ورنہ چھلک جائے گا پیمانہ ابھی

زاہدِ خشک کی خشکی بھی نکل جائے گی
مست کر دے گا ترا نعرۂ مستانہ ابھی

جان قدموں پہ لٹا دے ترا دیوانہ ابھی

کیسے سمجھے گا رموزِ دلِ دیوانہ ابھی
وہ جو خود عشق کی دولت سے ہے بیگانہ ابھی

آجا آجا تُو بھی خدمت میں غلامانہ ابھی
دیکھ لے دیکھ لے یہ صورتِ شاہانہ ابھی

اترے شاہوں سے اثر نشہ شاہانہ ابھی
اک صدا ہم بھی لگا دیں جو فقیرانہ ابھی

جان کیا چیز ہے گر ایک اشارہ ہو جائے
جان قدموں پہ لٹا دے ترا دیوانہ ابھی

اب تو آنکھوں سے پلادے مئے الفت ساقی
صبر کا ورنہ چھلک جائے گا پیمانہ ابھی

زاہدِ خشک کی خشکی بھی نکل جائے گی
مست کر دے گا ترا نعرۂ مستانہ ابھی

دکھ کا علاج درد کا درماں کہیں جسے

تو ایسا پھول رشکِ گلستاں کہیں جسے
ہم ایسے خار، خارِ مغیلاں کہیں جسے

جس نے رہِ سلوک کو آسان کر دیا
اہلِ صفا مجددِ دوراں کہیں جسے

جس کا وجود گوہرِ نایاب کی مثال
جوہر شناس لعلِ بدخشاں کہیں جسے

ہر لمحۂ حیات ہے جس کا خدا کے ساتھ
صدیقِ وقت صاحبِ احساں کہیں جسے

وہ پھول، پھولپور کا، گلشن کی آبرو
خود اپنی ذات ہی میں گلستاں کہیں جسے

اقوال وہ کہ سازِ محبت کا کام دیں
احوال وہ کہ آتشِ سوزاں کہیں جسے

اخترؔ، کہ ماہتاب بھی جس کا رہین ہو
اہلِ نگاہ مہرِ درخشاں کہیں جسے

منسوب اس کے نام ہے میری کتابِ زیست
افسانۂ حیات کا عنواں کہیں جسے

دیدار سے ہوں جس کی جہاں بھر کے غم غلط
دکھ کا علاج درد کا درماں کہیں جسے

آنکھوں کا نور، روحی فدا، قلب کا سرور
خود عارفین، مظہرِ یزداں کہیں جسے

جس کی ادا ادا سے جھلکتا ہے عشق عشق
دیوانگانِ حق میں نمایاں کہیں جسے

صد شکر ہم بھی اسکی رعیت میں ہیں اثرؔ
کُل اولیائے وقت کا سلطاں کہیں جسے

اس رشکِ آفتاب کی محفل میں اے اثرؔ
مدحت سرائی اپنی چراغاں کہیں جسے

حبِ شیخ کے معترضین کو منظوم جواب

لطفِ مے تجھ سے کیا کہوں زاہد
ہائے کم بخت تُو نے پی ہی نہیں

میری مخمور نگاہوں پہ نہ حیرت کرتے
کاش تم بھی مرے ساقی سے محبت کرتے

نسبتِ شیخ کی دولت جو عطا ہو جاتی
مدحتِ شیخ پہ ہرگز نہ ملامت کرتے

چشمِ تر اور دلِ مضطر کی اگر کھاتے چوٹ
زاہدِ خشک نہ پھر مجھ کو نصیحت کرتے

پھر پتہ چلتا کہ صحبت کی فضیلت کیا ہے
دل میں محسوس جب ایماں کی حلاوت کرتے

مسئلہ مسلکِ الفت کا جو ہوتا معلوم
مشورہ دینے کی پھر آپ نہ زحمت کرتے

پھر کسی اور پہ ہرگز نہ ٹھہرتیں نظریں
اک نظر گر مرے مرشد کی زیارت کرتے

رب کے پیاروں کی محبت ہے اگر غیر اللہ
میرے آقا ﷺ سے صحابہؓ نہ محبت کرتے

ذاتِ اقدس ﷺ پہ فدا ہوتی نہ جانِ صدیقؓ
اس قدر حضرتِ فاروقؓ نہ الفت کرتے

شاہِ بطحہ ﷺ پہ خزانے نہ لٹاتے عثمانؓ
کھیل کر جاں پہ علیؓ یوں نہ حفاظت کرتے

بوھریرہؓ نہ پڑے رہتے درِ اقدس پر
جاکے وہ مسجدِ نبوی میں عبادت کرتے

شکریہ محسن و مشفق کا اگر شرک ہے پھر
روبرو حضرتِ حسانؓ نہ مدحت کرتے

جسم سے نکلا ہوا خون نہ پیتے اصحابؓ
ان کے نعلین کی ہرگز نہ حفاظت کرتے

جسم پر ملتے بھلا کیوں وہ وضو کا پانی
کس لئے موئے مبارک سے عقیدت کرتے

جسمِ اطہر کے پسینے کو نہ کرتے محفوظ
ان کے اقوال کی ایسی نہ حفاظت کرتے

کرتی گھائل نہ اگر ساقیٔ کوثر ﷺ کی نظر
نوش اصحابؓ نہ یوں جامِ شہادت کرتے

کس طرح خلد میں گزرے گی زیارت کے بغیر
آکے عشاق طلب یہ نہ وضاحت کرتے

جیسی اصحابؓ نے کی اپنے نبی ﷺ کی توقیر
نہیں دیکھا گیا شاہوں کی بھی عزت کرتے

شاہِ کونین ﷺ کی کرتے نہ غلامی وہ اگر
ساری دنیا پہ بھلا کیسے حکومت کرتے

عقل والوں میں بھی آجاتے جنوں کے آثار
چند دن محفلِ عشاق میں شرکت کرتے

دل میں پاجاتے مرے رب کی محبت کی مٹھاس
تم اگر اہلِ محبت سے محبت کرتے

قلب کا نام بھی رکھ دیتے ریاض الجنۃ
زیرِ سایہ کسی مرشد کے ریاضت کرتے

صاحبِ علم کا منبر جبھی منبر ہوتا
لے کے گر نورِ نبوت کو خطابت کرتے

صاحبِ قال، مصلیٰ بھی مصلیٰ ہوتا
صاحبِ حال اگر بن کے امامت کرتے

نسبتِ سرورِ کونین ﷺ کا پا جاتے ثمر
خود کو منسوب اگر صاحبِ نسبت کرتے

عمر بھر کیلئے ہو جاتا آثر نفس مطیع
چند دن مرشدِ کامل کی اطاعت کرتے

CamScanner

میرے بابا جی

دلوں کا روگ مٹاتے ہیں میرے بابا جی
ہنسا ہنسا کے پھنساتے ہیں میرے بابا جی

جو پیاس ہو تو بجھاتے ہیں میرے بابا جی
نہ ہو تو پیاس لگاتے ہیں میرے بابا جی

کوئی بھی در سے نہیں لوٹتا ہے خالی ہاتھ
متاعِ عشق لٹاتے ہیں میرے بابا جی

ہو غیر، اجنبی، بیگانہ، یا عدو کوئی
ہر اک کو اپنا بناتے ہیں میرے بابا جی

بس ایک ذات سے ہوتا ہے آشنا سالک
نشاں دوئی کا مٹاتے ہیں میرے بابا جی

حیا سے ماہ بھی روپوش ہونے لگتا ہے
جو دل کا داغ دکھاتے ہیں میرے بابا جی

عذابِ نار کا تو تذکرہ بھی ہے مشکل
کہ رحمتوں میں نہاتے ہیں میرے بابا جی

رسائی ہوتی ہے یکدم خدائے پاک تلک
بتوں سے جان چھڑاتے ہیں میرے بابا جی

ساری کائنات لے کے چلتے ہیں

جو اپنے دل میں خالقِ حیات لے کے چلتے ہیں
وہ اپنے ساتھ ساری کائنات لے کے چلتے ہیں

جہاں بھی جائیں چشمِ اشکبار ساتھ ساتھ ہو
وہ نیل اور دجلہ و فرات لے کے چلتے ہیں

جہاز قربِ حق کا آسماں پہ ہوتا ہے مگر
نزول کرکے ہم کو اپنے ساتھ لے کے چلتے ہیں

زمانے بھر کے بت ہمارا کیا بگاڑیں گے بھلا
کہ اپنے ساتھ ہم خدا کی ذات لے کے چلتے ہیں

وہ کیا جواب دیں گے جاکے منکر و نکیر کو
رہِ حیات میں جو منکرات لے کے چلتے ہیں

بیاں کرے گی حال کو زبانِ عقل کس طرح
دِوانے جب ہی عشق کی لغات لے کے چلتے ہیں

ہم اس لئے ہیں مطمئن رہِ سلوک میں اثرؔ
وہ اپنے ہاتھ میں ہمارا ہات لے کے چلتے ہیں

کسی دیگر جہاں کے فرد ہیں وہ

کشادہ دل ہیں اہلِ درد ہیں وہ
خدا کے راستے کے مرد ہیں وہ

جو صدیوں قبل اہل اللہ گزرے
اثر اس قافلے کے فرد ہیں وہ

اگر عشقِ بتاں ہے نارِ دوزخ
تو عشقِ حق میں رشکِ برد ہیں وہ

شکستہ دل بھی ہو جاتے ہیں شاداں
بڑے غمخوار ہیں ہمدرد ہیں وہ

وہ ہم میں ہیں مگر ہم میں نہیں ہیں
کسی دیگر جہاں کے فرد ہیں وہ

کھلے ہیں ان پہ اسرارِ طریقت
کہ واقف کارِ گرم و سرد ہیں وہ

جو ان کے درد سے نا آشنا ہیں
حقیقت میں اثر بے درد ہیں وہ

چپکے چپکے جامِ عرفاں کتنا پیتا ہوگا خود

جو کسی اللہ والے سے کرے گا دشمنی
جیتے جی دنیا میں ایسا شخص رسوا ہوگا خود

جس نے اتنا مہرباں اور باعطا مرشد دیا
ہادی و معطی و رحماں پھر وہ کیسا ہوگا خود

غیر ممکن ہے نہ پائے عشقِ مولیٰ کا ثمر
گلشنِ عشاق میں جو آتا جاتا ہوگا خود

فیض سے جن کے ولایت پاگئے اہلِ جہاں
سوچئے تو کس قدر اللہ والا ہوگا خود

قطرۂ بے قدر جو ہے بحرِ صحبت میں اثر
اک زمانہ آئے گا دیکھو گے دریا ہوگا خود

دوسروں کو جو پلاتا ہے مسلسل خمرِ عشق
چپکے چپکے جامِ عرفاں کتنا پیتا ہوگا خود

مردہ دل لوگوں کو جس نے دی حیاتِ نو اثر
وہ طبیبِ عصر ہوگا یا مسیحا ہوگا خود

جانے تیری محبت میں کیا راز ہے

تیری نسبت پہ مجھ کو بڑا ناز ہے
تیری الفت مرے دل کی آواز ہے

روح میں درد ہے قلب میں راز ہے
عشق میں سوز ہے نطق میں ساز ہے

ہر محبّ یہ سمجھتا ہے میں ہوں احب
جانے تیری محبت میں کیا راز ہے

فرش والے اسے کیسے پہچانتے
عرشِ اعظم پہ جس کی کہ پرواز ہے

خالقِ حسن خود تیرے دل میں ہے تُو
کوچۂ عشق کا محرمِ راز ہے

یہ جو آنکھوں سے جاری ہے سیلِ رواں
تیرے دل کے تلاطم کا غماز ہے

حاملِ شہنشاہِ جہاں تیرا دل
جب ہی کہتی ہے دنیا تُو شہباز ہے

اہلِ نسبت بھی تجھ ہی سے منسوب ہیں
اہلِ نسبت کی صف میں تُو ممتاز ہے

بعدِ فراق ، وصالِ مرشد کے لمحات

رو برو پیکرِ جمال ہے آج
کچھ نہ پوچھو جو میرا حال ہے آج

غم سے ناآشنا ہوا ہوں میں
ہر بُنِ مُو مرا نہال ہے آج

جان ان پر نہ کیوں فدا کر دیں
جذبۂ شوق! کیا خیال ہے آج

اپنی قسمت پہ رشک کرتا ہوں
مجھ کو حاصل ترا وصال ہے آج

لوگ سمجھے کہ میں نشے میں ہوں
بے خودی سے جو میری چال ہے آج

میری روحانیت نے للکارا
خواہشِ نفس کیوں نڈھال ہے آج

ساڈی تقدیر دا نہ پچھو جی
ساڈا مرشد جو ساڈے نال ہے آج

حالِ مرشد بقلم مسترشد

ہے جب سے ترے حسن کا جلوہ مرے دل میں
اب دوسرا کوئی نہیں سجتا مرے دل میں

ہستی کو مری لعل بنایا ہے اسی نے
بہتا ہے جو اک خون کا دریا مرے دل میں

ہے جلوہ نما دل میں مرے خالقِ خورشید
رہتا ہے اجالا ہی اجالا مرے دل میں

دل خالقِ دنیا کی محبت سے ہے لبریز
کس طرح بھلا آئے گی دنیا مرے دل میں

جو اہلِ خرد ہیں وہ سمجھنے سے ہیں قاصر
ہوتے ہیں مضامین وہ القا مرے دل میں

ہے میری علالت بھی محبت کی علامت
رہتا ہے ہمہ وقت مسیحا مرے دل میں

سنت ہے مرے پیشِ نظر، قلب میں اللہ
روضہ مری آنکھوں میں ہے کعبہ مرے دل میں

لیلیٰ سے کبھی میلا نہیں ہونے دیا دل
مہمان جبھی ہو گئے مولیٰ مرے دل میں

لیلیٰ کا نمک چکھنا، مرے ذوق کی توہین
موجود ہے وہ خالقِ لیلیٰ مرے دل میں

اک ذات میں مشغول ہے ہر آن مری روح
اب دوسرا کوئی نہیں ہوتا مرے دل میں

کیوں مجھ کو خیال آنے لگا تحتِ ثریٰ کا
ہر دم ہے غمِ عرشِ معلیٰ مرے دل میں

جلوت میں مرا جسم ہے، خلوت میں مرا قلب
گلشن میں مرا دل ہے، تو صحرا مرے دل میں

اس دل سے نکالا ہے تمنا کا جنازہ
مہماں ہے جبھی جانِ تمنا مرے دل میں

پاتے ہیں جبھی بیٹھنے والے بھی برودت
بہتا ہے ترے قرب کا دریا مرے دل میں

ہر گوشے میں موجود تُو ہی تُو نظر آیا
جس نے بھی اثر جھانک کے دیکھا مرے دل میں

کیا کہیے

سکوتِ حضرتِ اقدس کی شان کیا کہیے
سراپا گوش ہیں اہلِ زبان کیا کہیے

جوانی شیخ نے جو اک ضعیف پر واری
ہیں جب ہی آج فدا نوجوان کیا کہیے

زمینِ اہلِ محبت کا ہے عروج ایسا
کہ سرنگوں ہے وہاں آسمان کیا کہیے

خدا کے بعد نبی ﷺ اور نبی کے بعد اصحاب
بس اس کے بعد ہے مرشد کی شان کیا کہیے

یہیں سے ہوتی ہے تقسیم دولتِ تقویٰ
یہی ہے عشقِ خدا کی دکان کیا کہیے

ہے شان آپ کی شاہانِ سلطنت سے سوا
سو شعر آپ کے شایانِ شان کیا کہیے

ہوئی ہے جانِ سخن پر جو اپنی جان فدا
جبھی تو جان میں آئی ہے جان کیا کہیے

ہر ایک شے کا ہوا کرتا ہے کوئی معدن
سو عارفین ہیں تقویٰ کی کان کیا کہیے

مصروف ہے وہ طائرِ قدسی اڑان میں

ہے دھوم تیرے حسنِ بیاں کی جہان میں
چرچے ترے سخن کے ہیں اہلِ زبان میں

رہ کر زمین پر ہے مقیم آسمان میں
مصروف ہے وہ طائرِ قدسی اڑان میں

جوہر کھلے ہیں صاحبِ گلشن کے علم کے
خوشبوئے پھولپور بسی گلستان میں

کھلتے ہیں مجھ پہ رُشد و ہدایت کے بابِ نو
کہتا ہوں شعر جب بھی میں مرشد کی شان میں

گاہک کوئی بھی روح کا خالی نہ جائے گا
ہر چیز دستیاب ہے دل کی دکان میں

مشکل نہیں ہماری رسائی خدا تلک
حائل ہمارا نفس ہے بس درمیان میں

سمجھیں عوام تاکہ مرا مافی الضمیر
کرتا ہوں شاعری میں عوامی زبان میں

یہ دل خدا کا گھر ہے ذرا احتیاط سے
آئے نہ کوئی غیر خدا کے مکان میں

اس جانِ جاں پہ جب سے فدا کی ہے نصف جاں
سو جان پا گیا ہوں آخر اپنی جان میں

اشعارِ مسترشد بزبانِ حالِ مرشد

محبت کا قائل نہ کردوں تو کہنا
میں بے حس کو گھائل نہ کردوں تو کہنا

تم آ کر تو دیکھو مری انجمن میں
جو غفلت کو زائل نہ کردوں تو کہنا

معاصی کے اور نفسِ سالک کے مابین
میں دیوار حائل نہ کردوں تو کہنا

بھٹکتے ہو کیوں در بدر آؤ آؤ
جو اک در کا سائل نہ کردوں تو کہنا

تم اپنے مسائل مسل دو گے خود ہی
مہیا وسائل نہ کردوں تو کہنا

نام ہی کافی ہے شیخِ وقتِ عالمگیر کا

تذکرہ ہو جبکہ سب سے عالی نسبت پیر کا
نام ہی کافی ہے شیخِ وقتِ عالمگیر کا

ان کو ملتا ہے بدل اس عزت و توقیر کا
جو ادب کرتے ہیں جتنا اپنے پیارے پیر کا

کب عمل کرتے ہیں آخر وہ کوئی تسخیر کا
دیکھتے ہیں ہم کرشمہ آہ کی تاثیر کا

یہ فقط ''توحیدِ مطلب'' کا کرشمہ ہی نہیں
لائے تو کوئی بدل دنیا میں میرے پیر کا

عالمِ پاکی کے باسی کی نظر اٹھی اِدھر
بس چمک اٹھا ستارہ خاک کی تقدیر کا

سوزِ اہلِ دل سے از خود لوگ ہوتے ہیں اسیر
قید یہ محتاج کب ہے زور کا زنجیر کا

ساقیا تو منتظر تھے جانے کب سے میکشو
آپ اپنے آپ سے کیجیے گلہ تاخیر کا

پاک لوگوں پر نہ کیجیے خود کو اب ہرگز قیاس
دیکھیے مطلب الگ ہے شِیر کا اور شَیر کا

ہر بُنِ مُو سے دیا کرتا ہے پیغامِ وفا
عشق کب محتاج ہوتا ہے بھلا تقریر کا

آگے آگے دیکھنا رہبر کی ذمہ داری ہے
پیچھے پیچھے راہ چلنا کام ہے رہگیر کا

اب ہمارے میرؔ ہیں عشرت جمیلِ خندہ لب
لد گیا ہے اب زمانہ رونے والے میرؔ کا

والدِ روحانی کا قبضہ ہے کُل عالم میں جب
کچھ تو ورثہ پائیں ہم بھی عشق کی جاگیر کا

اپنی آنکھوں کو ہمیشہ باوضو رکھا کریں
یہ طریقہ ہے ہمارے قلب کی تطہیر کا

عشقِ مولیٰ کے لئے مہمیز کا دیتا ہے کام
تذکرہ لیلیٰ و مجنوں اور رانجھا ہیر کا

کوئی تو محوِ فغاں ہے کوئی ہے نالہ کناں
یہ فقط ادنیٰ تاثر ہے اثر کے پیر کا

ہے زندگی کی ایک ہی خواہش وصالِ شیخ

کیونکر کروں تصورِ روئے جمالِ شیخ
جب دل سے محو ہوتا نہیں ہے خیالِ شیخ

آتے ہیں دور دور سے یاں باطنی مریض
یہ خانقاہ اصل میں ہے ہسپتالِ شیخ

میرے لئے ہے موت سے بڑھ کر غمِ فراق
ہے زندگی کی ایک ہی خواہش وصالِ شیخ

ڈھونڈیں چراغ لے کے بھی اہلِ نظر اگر
ممکن نہیں ہے دہر میں ملنا مثالِ شیخ

ہر ہر ثمر ہے باغ کا فیضانِ باغباں
ہر ہر ہنر مرید کا بے شک کمالِ شیخ

ہو جائے تُو بھی منزلِ مولیٰ سے متصل
ہو جائے گر نصیب تجھے اتصالِ شیخ

میرا تو ذوقِ دیدنی تشنہ ہے تاہنوز
سترہ برس سے گرچہ ہوں محوِ جمالِ شیخ

مرشد کی ذرّیات کا بھی میں غلام ہوں
میرے لئے تو آنکھ کا سرمہ ہے آلِ شیخ

میں بھی تو ہوں مؤذنِ دربارِ خانقاہ
مجھ کو بھی میرے رب تُو بنا دے بلالِ شیخ

یہ کیا کہ جو قریب ہیں دامن تہی رہیں
اور دور والے لوٹ کے لے جائیں مالِ شیخ

میرا تو حرف حرف ہے فیضانِ مرشدی
کُل کائناتِ شعر و سخن ہے نوالِ شیخ

دعویٰ حبِ شیخ تو کرتا ہوں میں مگر
اے کاش میرا حال بھی بن جائے قالِ شیخ

جرأت کہاں فقیر میں ہے لب کشائی کی
پیشِ نگاہ رہتا ہے جاہ و جلالِ شیخ

دفترِ عشق

کھلا دفترِ عشق دن رات ہے
مرے پیر و مرشد کی کیا بات ہے

وہ خندہ جبیں خندہ دل خندہ لب
مگر رُخ پہ اشکوں کی برسات ہے

جب ان سے ملے تو کہے چشمِ دل
زمیں کی فلک سے ملاقات ہے

نہیں شغل اس کے سوا کوئی بھی
محبّ محوِ محبوب دن رات ہے

ملے ماہیٔ مضطرب کو سکوں
وہ غرقِ تہہِ بحرِ حسنات ہے

وہ ایک ایک سنت کے ہیں متبع
یہی منتہائے کرامات ہے

یہاں جلوہ فرما ہیں قطبِ زماں
یہ اہلِ کراچی کی سوغات ہے

ہر اک شخص پر ہے خصوصی نظر
محبت میں بھی یاں مساوات ہے

میں اشعار میں ڈھال دیتا ہوں بس
مری بات کیا ہے تری بات ہے

ہیں تیری توجہ کے محتاج سب
توجہ کا مرکز تری ذات ہے

میں محرومِ منزل ہوں ممکن نہیں
کہ دامن ہے تیرا مرا ہاتھ ہے

کیا تُو نے ذروں کو لعل و گہر
یہ تیری نگاہوں کی خیرات ہے

ہوں کیونکر بھلا متفق اہلِ عقل
کہ یہ ایک دیوانے کی بات ہے

افاداتِ مرشد سے ہو مستفید
آثرؔ بھی حریصِ مفادات ہے

خار بھی رشکِ گلستان نظر آتا ہے

ہر قدم شیخ کا فیضان نظر آتا ہے
اب مجھے راستہ آسان نظر آتا ہے

چشمِ عشاق نے دانائی عطا کی ایسی
عقل والا مجھے نادان نظر آتا ہے

ہستیٔ مرشدِ کامل ہے حدیثِ ساکت
چلتا پھرتا ہوا قرآن نظر آتا ہے

نگہِ رہبرِ کامل کی کرامت دیکھو
خار بھی رشکِ گلستان نظر آتا ہے

ہے یہ امید کہ آئندہ بنے گا وہ ولی
جو گزشتہ پہ پشیمان نظر آتا ہے

حضرتِ مرشدِ کامل کا ہے احسان عجیب
بدعمل صاحبِ احسان نظر آتا ہے

میل ہو یا کہ ہو فیمیل ملومت اس سے
جس طرف نفس کا میلان نظر آتا ہے

بت مقابل ہو تو ہو جاتی ہیں خود آنکھیں بند
کھلی آنکھوں ترا فیضان نظر آتا ہے

ہو نگاہوں میں اگر خالقِ ارمان کی ذات
پھر کسے قلب کا ارمان نظر آتا ہے

خواہشِ نفس پہ چلتے ہیں جب آرے اکثر
خوں میں ڈوبا ہوا ارمان نظر آتا ہے

اہلِ دل خلد میں بھی رب کی زیارت میں مگن
حور دِکھتی ہے نہ غلمان نظر آتا ہے

ہو حسیں شکل مقابل تو ہے بچنا مشکل
شعر کہنا بڑا آسان نظر آتا ہے

ایک دیوانۂ مولیٰ کی ہے صحبت کا اثر
جو اثر صاحبِ دیوان نظر آتا ہے

تجھے شاہِ جہانِ عاشقاں محسوس کرتا ہوں

تری صحبت کو رشکِ گلستاں محسوس کرتا ہوں
ترے گلشن کو میں باغِ جناں محسوس کرتا ہوں

چلا جاؤں جہاں بھی اک خلش سی ساتھ رہتی ہے
تری ہی بزم میں آ کر اماں محسوس کرتا ہوں

کبھی تو قرب کی ٹھنڈک سے ہو جاتا ہوں مثلِ برد
کبھی اپنی رگوں میں بجلیاں محسوس کرتا ہوں

تُو ہی رشکِ غزل، روحِ سخن ہے، سازِ ہستی ہے
تجھے وجہِ حیات و جانِ جاں محسوس کرتا ہوں

ترا کیا حال ہوگا جب غلاموں کی یہ حالت ہے
زمیں کو بھی میں اکثر آسماں محسوس کرتا ہوں

تری خاموشیاں رشکِ بیاں ہیں سوزِ پنہاں ہیں
سراپا تجھ کو میں آہ و فغاں محسوس کرتا ہوں

زمانے بھر کے سب عشاق تیری تربیت میں ہیں
تجھے شاہِ جہانِ عاشقاں محسوس کرتا ہوں

نہ جانے دل میں لاتا ہوں میں حرفِ مدعا کیا کیا
ترے آگے میں خود کو بے زباں محسوس کرتا ہوں

مجھے معذور کرتا ہے تصور پیرِ کامل کا
میں جب بھی نفس کی خواہش جواں محسوس کرتا ہوں

تری محفل میں ملتا ہے مرے دل کو سکونِ دل
کسی بھی غیر کی صحبت گراں محسوس کرتا ہوں

جبھی باطن دہک اٹھتے ہیں عشقِ حق کے شعلوں سے
میں تیرے قلب کو آتش فشاں محسوس کرتا ہوں

خوددار

مؤرخ نے کسی کو تابعِ اغیار لکھا ہے
کسی کو باوجودِ بے بسی خوددار لکھا ہے

رسائی پا نہیں سکتی وہاں تک عقل کی پستی
کہ دیوانے کی قسمت میں فرازِ دار لکھا ہے

میرا خواجہ میرا پیر

میرے خوابوں کی تعبیر میری آنکھوں کی تنویر
میری الفت کی جاگیر خلق و رحمت کی تفسیر
تیری صحبت پُر تاثیر تیری خاموشی تقریر
شیخِ وقتِ عالمگیر
میرا خواجہ میرا پیر

فکرِ دنیا سے آزاد غمِ عقبیٰ سے دل شاد
تیرا نالہ و فریاد مثلِ حاجیؔ امداد
پیشِ باطل ہے فولاد راہِ حق کا ہے فرہاد
دینِ حق کی ہے شمشیر
میرا خواجہ میرا پیر

نفس وشیطاں سے ہے جنگ تُو نے سکھلایا ہے ڈھنگ
اب ہے میرا انگ انگ عشقِ حق سے مثلِ چنگ
ہے یہ اصلی راگ و رنگ جینا مرنا تیرے سنگ
میری جاں میری تقدیر
میرا خواجہ میرا پیر

تیرا ہم پر ہے احسان کیا واقفِ رحمٰن
ساری دنیا میں فیضان کیا بتلاؤں تیری شان
میرے دل کا ہے ارمان تجھ پر ہو جاؤں قربان

تُو ہی بتلا کچھ تدبیر
میرا خواجہ میرا پیر

تیرے رخ پر ایسا نور جس سے دل میرا مسرور
پارہ پارہ ہے یہ طور تیرا جلوہ ہے بھرپور
حسنِ خالق ہے مستور جب ہی آنکھیں ہیں مخمور

دل کو کرتا ہے تسخیر
میرا خواجہ میرا پیر

تیری مجلس حق و ہو تیرا چرچہ کو بہ کو
رنگ لایا چار سو تیرے ارماں کا لہو
جو ہے تیرے روبرو مست و بے خود بے سبو

دل میں لاگے تیرا تیر
میرا خواجہ میرا پیر

تجھ پر اے جانِ اخترؔ قرباں خورشید و قمر
حسنِ یزداں کا مظہر مثلِ شمس ہے اظہر
تیری آہوں میں اثر دل کو کرتا ہے مضطر
تیرا نالۂ شب گیر
میرا خواجہ میرا پیر

حضرتِ اقدس مدظلہ کے سفرِ بنگلہ دیش سے قبل لکھے گئے اشعار

سفر بن کے اپنا رقیب آگیا ہے
کہ خطرے میں وصلِ حبیب آگیا ہے

پھر آنکھوں میں ہے باد و باراں کا منظر
جدائی کا موسم قریب آگیا ہے

نہ ضبطِ غمِ دل نہ تابِ رفاقت
بڑا امتحانِ عجیب آگیا ہے

مریضانِ بنگال تم کو مبارک
کہ روحانیت کا طبیب آگیا ہے

ہمیں وصلِ محبوب حاصل تھا لیکن
اخترؔ آڑے اپنا نصیب آگیا ہے

جی چاہتا ہے آپ کو میں دیکھتا رہوں

اپنے تمام جسم سے آنکھیں بنا رہوں
جی چاہتا ہے آپ کو میں دیکھتا رہوں

میں ہوں فقیر آپ مرے بادشاہ ہیں
یہ آرزو ہے آپ کے در پر پڑا رہوں

عشقِ خدائے پاک میں ایسی ہو بے خودی
دنیا میں میں جہاں بھی رہوں باخدا رہوں

دیکھے مجھے جو آپ کو گویا کہ دیکھ لے
ہر ہر ادائے شیخ پر ایسا فدا رہوں

یوں فیضِ باغباں کا زمانے میں عام ہو
گلشن کا پھول بن کے جہاں میں کھلا رہوں

ہرجائیت کا مجھ کو تصور بھی موت ہے
زندہ رہوں تو عمر بھر اہلِ وفا رہوں

مانندِ خاک تلووں کا بوسہ نصیب ہو
یوں زیرِ پائے مرشدِ کامل بچھا رہوں

دیوانگی کی مجھ کو سند دے طبیبِ عقل
امراضِ عشقِ شیخ میں یوں مبتلا رہوں

فراقِ شیخ کے دلدوز مناظر

منظر نہیں ہے کوئی بھی پیارا ترے بغیر
آنکھوں کو چبھ رہا ہے نظارہ ترے بغیر

جب دل ہی بجھ گیا ہو تو آنکھوں کا کیا قصور
بے نور لگ رہا ہے ستارہ ترے بغیر

ساقی تری نگاہ کا صدقہ ہے کیفِ جام
مستی ترے بغیر نہ نعرہ ترے بغیر

روحانیت پہ ایسا زوال آ گیا کہ اب
کرتا ہے میرا نفس اشارہ ترے بغیر

جس سمت دیکھو بغض و عداوت کا زہر ہے
جائے کہاں یہ عشق کا مارا ترے بغیر

تُو ساتھ ہو تو خار بھی صحرا کے ہیں قبول
گلشن میں گل نہیں ہے گوارا ترے بغیر

ہر سمت محبت ہی محبت ہے یہاں پر

اک لمحے میں صدیوں کی عبادت ہے یہاں پر
جو وقت گزر جائے غنیمت ہے یہاں پر

مانا کہ فقط رحمت و شفقت ہے یہاں پر
پر لب کو ہلائے کسے ہمت ہے یہاں پر

توپوں کی نہیں قلب کی ملتی ہے سلامی
لاٹھی کی نہیں دل کی حکومت ہے یہاں پر

دل صاف ہے شفاف ہے پاکیزہ ہیں آنکھیں
بن چاہے بھی نظروں کی حفاظت ہے یہاں پر

سختی کا کہیں نام و نشاں بھی نہیں ملتا
اے دوست سہولت ہی سہولت ہے یہاں پر

ہیں ہوش و خرد عقل و ہنر سربہ گریباں
کچھ ایسی عجب قلب کی حالت ہے یہاں پر

جس شخص کو بھی دیکھو وہ اپنا سا لگے ہے
ہر سمت محبت ہی محبت ہے یہاں پر

یہ شاہرہِ عشقِ حقیقی ہے خبردار
ہر گام پہ ہی خونِ شہادت ہے یہاں پر

ہر حکم میں ملحوظ شریعت کا طریقہ
کچھ ایسے طریقے کی طریقت ہے یہاں پر

اک عشقِ مجازی ہی نہیں راندۂ درگاہ
حق یہ ہے حقیقت ہی حقیقت ہے یہاں پر

مانا کہ نہیں جام و سبو شیشہ و ساغر
ساقی کی مگر چشمِ عنایت ہے یہاں پر

جنت کا مزہ کس لئے ملتا ہے بتاؤں
دراصل آثرِ خالقِ جنت ہے یہاں پر

مرشد کی زیارت سے مرا جی نہیں بھرتا

میخانۂ حضرت سے مرا جی نہیں بھرتا
پُرکیف عبادت سے مرا جی نہیں بھرتا

خلوت میں حضوری کا مزہ ایسا لگا ہے
اب مجلس و جلوت سے مرا جی نہیں بھرتا

اے کاش کہ مرشد کی معیت ہو دوامی
اس عارضی صحبت سے مرا جی نہیں بھرتا

بٹتی ہے جو ہر آن یہاں دولتِ عرفان
اس مالِ غنیمت سے مرا جی نہیں بھرتا

ہر آن ہوں صد بار فدا خالقِ جاں پر
اک بار شہادت سے مرا جی نہیں بھرتا

عاشق کو تو درکار ہے الطافِ مسلسل
اک چشمِ عنایت سے مرا جی نہیں بھرتا

پلکوں کا جھپکنا بھی گراں بار ہے مجھ پر
مرشد کی زیارت سے مرا جی نہیں بھرتا

تو نے ہی سکھائی ہے مجھے حمد خدا کی
جب ہی تری مدحت سے مرا جی نہیں بھرتا

گلشن مرے مرشد کا مہکتا ہی رہے گا

وہ غیرتِ خورشید چمکتا ہی رہے گا
گلشن مرے مرشد کا مہکتا ہی رہے گا

کیوں اپنی نظر مرشدِ کامل سے ہٹے گی
تشنہ ہے جو ساقی کو وہ تکتا ہی رہے گا

جو طالبِ صادق ہے رہِ عشق و وفا کا
رہبر پہ سدا جان چھڑکتا ہی رہے گا

جو چاند ہے وہ ماند تو پڑ جائے گا لیکن
جو داغ ہے سینے کا چمکتا ہی رہے گا

رخسار کا مسکن اسے محبوب ہے گویا
جو اشک کا موتی ہے ڈھلکتا ہی رہے گا

جو متقی بن جائے گا ہوگا وہ سرافراز
فاسق کا مگر کام اٹکتا ہی رہے گا

عصیاں کی علامت یہ بتائی ہے نبی ﷺ نے
دل تیرا معاصی سے کھٹکتا ہی رہے گا

میخانۂ محبوبِ حقیقی کا ہے فیضان
پیمانۂ عشاق چھلکتا ہی رہے گا

تائبؔ ہوں کہ جاویدؔ یا کشمیریؔ و رمضانؔ
ہر بلبلِ گلشن کہ چہکتا ہی رہے گا

ابلیس کے جو مکر سے غافل ہو تو ابلیس
تقویٰ کے خزانے سے اچکتا ہی رہے گا

سامع جو آثرؔ ہو مرا، خوش ذوق و جواں فکر
اشعار سے میرے وہ پھڑکتا ہی رہے گا

پیشانیٔ اختؔر کی چمک دیکھ رہے ہیں

کھلتا درِ عرفان تلک دیکھ رہے ہیں
جو مرشدِ کامل کی جھلک دیکھ رہے ہیں

ڈوبے ہیں تحیر میں آثر شمس و قمر بھی
پیشانیٔ اختؔر کی چمک دیکھ رہے ہیں

احسان کا وہ مرتبہ تقویٰ کی بلندی
انسان کو بھی رشکِ ملک دیکھ رہے ہیں

جس پھول نے اک عمر ہے کانٹوں میں گزارا
اس رشکِ گلستاں کی مہک دیکھ رہے ہیں

وہ لوگ کبھی نیک، ملک ہو نہیں سکتے
نمکین کے جو نوک پلک دیکھ رہے ہیں

اک طائرِ قدسی پہ فدا جب سے ہوا ہے
پروازِ آثر سوئے فلک دیکھ رہے ہیں

اگر مجنوں کو شمس الدین تبریزی ملا ہوتا

اگر مجنوں کو شمس الدین تبریزی ملا ہوتا
تو کیوں مرتا وہ لیلیٰ پر وہ مولیٰ پر فدا ہوتا

اگر رانجھا کو مل جاتا کوئی خواجہ نظام الدیں
بجائے ہیر، وہ ہیروں کے رب سے آشنا ہوتا

وہ شیریں پر نہیں، ہاں خالقِ شیریں پہ دیتا جاں
اگر فرہاد کو بابا فریدالدیں ملا ہوتا

اگر پنو کو ملتا کوئی مثلِ حاجیؒ امداد
تو سسی کے بجائے عشق و مستی میں گھلا ہوتا

مہیوالِ آتا خدمت میں جو شاہِ بوالمعالی کے
تو سہنی کا نہیں وہ سہنے مولیٰ کا گدا ہوتا

خدا کے عاشقوں سے سیکھتا گر گریہ و زاری
نہیں کہہ سکتا میں میرِ تقیؒ میر کیا ہوتا

اگر اقبال کو بھی شیخ سعدی مل گئے ہوتے
یقیناً ان کے رخساروں پہ سنت کا دیا ہوتا

ارے جوشِ ملیح آبادی کو بھی ہوش آجاتا
شرابِ عشقِ حق گر چشمِ مرشد سے پیا ہوتا

جگر صاحب تھے خوش قسمت کہ پائی تھانوی نسبت
سخن، ورنہ جگر کا بھی فراز و فیض سا ہوتا

حفیظ جونپوری کو ملا میخانہء اشرف
وگرنہ رندِ بادہ نوش کیونکر پارسا ہوتا

اگر احمد رضا بھی خدمتِ امداد میں جاتے
مدد آتی خدا کی بابِ بدعت یوں نہ وا ہوتا

جو سرسید کو مل جاتے شہیدِ سیدِ احمدؒ
بھٹکتا وہ نہ ہرگز راہ سے، منزل رسا ہوتا

خدا کے عشق سے مغلوب ہوجاتا یقیناً وہ
اگر غالب بھی میرے شیخ کا عاشق بنا ہوتا

اگر مہدی حسن کو میرے مرشد مل گئے ہوتے
تو گائک کے بجائے نعت خواں وہ بن گیا ہوتا

نہ آتے، مولوی عبدالحمیدِ خوش نظر، گلشن
تو کیوں کر عشقِ حق کا باغ پھلتا پھولتا ہوتا

جنابِ مولوی یونس پٹیلِ باحیا، کم گو
نہ بنتے عاشقِ مرشد تو کیوں یہ غلغلہ ہوتا

نہ بنتے مولوی منصور گر یوں خادمِ مرشد
مقام ایسا نہ وہ پاتے نہ ایسا مرتبہ ہوتا

نہ مٹتے مولوی عبدالمتیں گر پیشِ شیخِ وقت
ابھرتے کس طرح، کیوں اک جہاں کو فائدہ ہوتا

اگر عشرت جمیلِ میرؔ کو ملتا نہ ایسا پیر
تو کیونکر رب کے قربِ خاص کا موتی عطا ہوتا

شمیم احمد جیولر خاک اڑاتے دربدر پھرتے
نہ گر خلّاقِ زر کے دوستوں سے رابطہ ہوتا

تو بنتے کس طرح فیروز میمن مؤمنِ کامل
نہ گر قطبِ زمانہ کا وصال ان کو ہوا ہوتا

جنابِ ڈاکٹر عبدالمقیم آتے نہ گر گلشن
تو کیوں کر شاخِ ایماں پر گلِ تقویٰ کھلا ہوتا

ضیارحمٰن امریکی کی ہوتی زندگی پھیکی
نہ گر وہ مرشدِ خوشتر کے در پر یوں پڑا ہوتا

وہ محمودِ مطہر گر نہ یاں لاہور سے آتے
تو پھر پنجاب کا فرضِ کفایہ کیوں ادا ہوتا

نہ ہوتے خالدِ اقبال، تائبؔ دستِ مرشد میں
تو کیوں اس بلبلِ گلشن کا طوطی بولتا ہوتا

اثرؔ حاصل نہ ہوتا پھر کبھی شاہین کو اقبال
نہ گر وہ خاکِ پائے حضرتِ اقدس بنا ہوتا

اصلاحی اشعار

نفس بھی حیران ہے شیطان بھی مشکل میں ہے
جس کو بہکانا تھا وہ تو شیخ کی محفل میں ہے

زخمِ وفا سے دل کو سجاؤ تو بات ہے

قلب و نظر بتوں سے بچاؤ تو بات ہے
گر اک خدا پہ جان لٹاؤ تو بات ہے

داغِ جفا تو رکھتے ہیں کتنے ہی فاسقیں
زخمِ وفا سے دل کو سجاؤ تو بات ہے

روزہ، نماز، ذکر و تلاوت بجا مگر
خود کو گناہ سے بھی بچاؤ تو بات ہے

پاؤں دبانا شیخ کا مانا کہ ہے ثواب
پر تم کسی کا حق نہ دباؤ تو بات ہے

زلفِ دراز اچھی، عبائے طویل خوب
ڈاڑھی بھی ایک مشت بڑھاؤ تو بات ہے

جلتے ہوئے دیئے کے پرستار ہیں سبھی
بجھتے ہوئے چراغ جلاؤ تو بات ہے

روتے ہیں بت کی یاد میں کتنے ہوس پرست
عشقِ خدا میں اشک بہاؤ تو بات ہے

ساتوں سمندروں کی طہارت بجا مگر
اشکوں کی بارشوں میں نہاؤ تو بات ہے

جرأت ہماری دید کے قابل ہے دوستو

تیرِ نگاہ روح کا قاتل ہے دوستو
مومن جبھی تو آج کا بسمل ہے دوستو

اشعار پڑھنا، وعظ سنانا تو سہل ہے
شکلوں سے احتیاط ہی مشکل ہے دوستو

اس عہد میں وہ مردِ مجاہد سے کم نہیں
ماحول کے جو مدِ مقابل ہے دوستو

جو اپنے ملکِ جسم پہ کر دے نفاذِ دیں
وہ شخص بھی تو حاکمِ عادل ہے دوستو

آسان ہے عبادت و طاعت کا التزام
بچنا مگر گناہ سے مشکل ہے دوستو

ہو کیوں نہ ایک جست میں راہِ سلوک طے
رہبر جو میرا بالغِ منزل ہے دوستو

اس کے غمِ فراق کا نالہ ہے خود گواہ
وہ ربِ کائنات سے واصل ہے دوستو

دکھلائیں رشکِ مہر کو مدحت کے ہم چراغ
جرأت ہماری دید کے قابل ہے دوستو

میری تو کیا بساط ہے، کہتے ہیں اہلِ روگ
انداز اس مسیحا کا قاتل ہے دوستو

نگاہیں بچانے کی لذت نہ پوچھو

ملی جب سے ان کی محبت نہ پوچھو
نہ پوچھو مرے دل کی حالت نہ پوچھو

ملی دل کو ایسی حلاوت نہ پوچھو
نگاہیں بچانے کی لذت نہ پوچھو

معطر ہوا جاتا ہے گلشنِ دل
مہکتے ہیں یوں زخمِ حسرت نہ پوچھو

چمن دل کا سر سبز و شاداب ہے اب
برستی ہے یوں ابرِ رحمت نہ پوچھو

مرے دل میں موجود ہے خالقِ خلد
سو ہے زندگی رشکِ جنت نہ پوچھو

یہ دیکھو کہ عاشق ہے کیوں مرغِ بسمل
عبادت نہ پوچھو ریاضت نہ پوچھو

گناہوں سے بچنے میں تڑپانا دل کو
یہ کتنی بڑی ہے عبادت نہ پوچھو

یہ خونِ تمنا کا انعام ہے

جو رشکِ سحر اب مری شام ہے
یہ خونِ تمنا کا انعام ہے

یہ ہے بازیٔ عشقِ حق اس میں تو
وہی کامراں ہے جو ناکام ہے

جو عاشق ہے مولیٰ کا ہے خوش لقب
جو لیلیٰ کا عاشق ہے بدنام ہے

جبھی تو دل آرام پاتا نہیں
زباں پر خدا، قلب میں رام ہے

جو عاشق ہے وہ رازدارِ حبیب
جو فاسق ہے رسوا سرِ عام ہے

شگفتہ کلی اب ہے مرجھایا پھول
یہی حسنِ فانی کا انجام ہے

جبھی لہلہاتی ہے دل میں بہار
لبوں پر مرے آپ کا نام ہے

گلستانِ نبوت کی بہاریں لوٹ آئی ہیں

خوشا دینی مدارس کے در و دیوار کی خوشبو
کہ مہکی پھر غلامانِ شہِ ابرار ﷺ کی خوشبو

گلستانِ نبوت کی بہاریں لوٹ آئی ہیں
فضاؤں میں بسی ہے جبہ و دستار کی خوشبو

وہ قال اللہ اور قولِ رسول اللہ کی رونق
کلامِ رب حدیثِ سیدِ ابرار ﷺ کی خوشبو

کہیں علمِ شریعت ہے کہیں وعظ و نصیحت ہے
کہیں اخفا کی حکمت ہے کہیں اظہار کی خوشبو

رکھا حرفِ بلیٰ کا پاس ایسا اہلِ ایماں نے
کہ اب تک ہے دلِ مومن میں اس اقرار کی خوشبو

جبھی تو اہلِ باطل اتنے خائف ایسے لرزاں ہیں
انہیں آتی ہے ان سے جعفرِ طیارؓ کی خوشبو

فقط گفتار کے غازی نہیں ہیں طالبانِ علم
فضاؤں کو معطر کرتی ہے کردار کی خوشبو

ہوا ہے نقش بردل ذالک الفوز العظیم ایسا
کہ پاتے ہیں ابھی سے تحتھا الانہر کی خوشبو

ہوئے ہم اسوۂ حسنہ سے اتنے دور اتنے دور
کہ اب اپنوں سے بھی آنے لگی اغیار کی خوشبو

اثر شعر و سخن سے کام لے اصلاحِ امت کا
خدا عالم میں پھیلائے ترے اشعار کی خوشبو

ہوئی مدت کہ میں شہرِ شہِ بطحاؔ میں پھرتا تھا
بسی ہے آج تک ان کوچہ و بازار کی خوشبو

در و دیوارِ زنداں، درد و غم، و رنج و الم، کیا ہے
کہ ہے محبوب ان کے عاشقوں کو دار کی خوشبو

جو تناول کر رہے ہیں ان کی قربت کا کباب

قلب کو مسرور کر دے ذکر و طاعت کا کباب
چکھ لیں گر ہم حق تعالیٰ کی محبت کا کباب

قطع کر دیتے تعلق اپنا غیر اللہ سے
دیکھتے چکھ کر اگر ہم ان کی نسبت کا کباب

اس کو بریانی شریعت کی لگے کیونکر لذیذ
آزمایا ہی نہیں جس نے طریقت کا کباب

اس کو کیا معلوم سوزِ دردِ دل کیا چیز ہے
جس کے حصے میں نہیں آیا ہو صحبت کا کباب

حدتِ تقویٰ جلا دے خواہشاتِ نفس کو
تب کہیں خوشبو اڑاتا ہے وہ نسبت کا کباب

دیکھنے ہی سے انہیں چلتا ہے لذت کا پتہ
جو تناول کر رہے ہیں ان کی قربت کا کباب

اب ہماری عید ہے اور اب ہماری بقرعید
چکھ لیا ہے ہم نے مرشد کی زیارت کا کباب

مسکراتا رہے گا

نگاہیں جو اپنی بچاتا رہے گا
حلاوت کا انعام پاتا رہے گا

بظاہر تو ہو جائے گی چشم پرنم
بباطن مگر مسکراتا رہے گا

حسینوں کی نظروں میں ہوگا معزز
انہیں جو نظر سے گراتا رہے گا

نمائندۂ اہلِ سنت وہی ہے
جو سنت کو رخ پر سجاتا رہے گا

خدا سے کبھی ہو نہ پائے گا رشتہ
بتوں سے اگر تیرا ناطہ رہے گا

نہ نکلے گا دل اس کے پہلو سے ہرگز
جو آنکھوں پہ پہرے بٹھاتا رہے گا

کوئی پھونک مارے کوئی خاک ڈالے
ستارہ مگر جگمگاتا رہے گا

جو ہے دوست پہنچے گا وہ رشکِ گل تک
عدو لاکھ کانٹے بچھاتا رہے گا

جو میکش ہیں وہ مست و بے خود رہیں گے
جب آنکھوں سے ساقی پلاتا رہے گا

نہ آتش فشاں کیوں ترے شعر ہونگے
اگر خونِ دل تو جلاتا رہے گا

حسینوں کے تل سے ملائے گا جو تل
تو تا زیست وہ تلملاتا رہے گا

پئیں زہر ہرگز نہ شربت سمجھ کر

غلط کام کرتے ہیں طاعت سمجھ کر
رسولِ خدا ﷺ کی محبت سمجھ کر

سبب اس کا ہے صرف فقدانِ علمی
مرض پا رہے ہیں وہ صحت سمجھ کر

ہیں کم فہم افراد اس میں ملوث
تقاضائے عشقِ رسالت سمجھ کر

وہ بدعت کی تاریکیوں میں گھرے ہیں
چراغاں جو کرتے ہیں سنت سمجھ کر

بروئے شریعت ہے اسراف لیکن
لٹاتے ہیں دولت سعادت سمجھ کر

بظاہر عبادت بباطن ریا ہے
وہ فرقت میں رہتے ہیں قربت سمجھ کر

جو پڑھتے ہیں گانوں کی طرزوں پہ نعتیں
وہ بے ادبی کرتے ہیں مدحت سمجھ کر

گناہ گار بھی ہیں وہ گمراہ بھی ہیں
جو قوالی گائیں عبادت سمجھ کر

جو لڑتے ہیں فرقہ پرستی کی خاطر
اٹھاتے ہیں فتنہ شجاعت سمجھ کر

نہ ہو گر وہ سنت تو بدعت بنے گی
عمل گر کیا جائے سنت سمجھ کر

خدا ایسے نادان کو عقل بخشے
بنے وجہِ کلفت جو الفت سمجھ کر

طوافِ شبیہِ حرم اللہ اللہ
درِ شاہِ بطحہ ﷺ کی نسبت سمجھ کر

یہ ابلیس کا مکر ہے درحقیقت
پئیں زہر ہرگز نہ شربت سمجھ کر

صحابہ سے بڑھ کر ہوا کون عاشق
چلیں ان کو نجمِ ہدایت سمجھ کر

صحابہ نے کیا سبز پرچم لگائے
شہِ دیں ﷺ کا یومِ ولادت سمجھ کر

پلٹنے کی پھر اس کو توفیق کیا ہو
چلے گا جو راہِ ہدایت سمجھ کر

پئیں زہر ہرگز نہ شربت سمجھ کر

غلط کام کرتے ہیں طاعت سمجھ کر
رسولِ خدا ﷺ کی محبت سمجھ کر

سبب اس کا ہے صرف فقدانِ علمی
مرض پا رہے ہیں وہ صحت سمجھ کر

ہیں کم فہم افراد اس میں ملوث
تقاضائے عشقِ رسالت سمجھ کر

وہ بدعت کی تاریکیوں میں گھرے ہیں
چراغاں جو کرتے ہیں سنت سمجھ کر

بروئے شریعت ہے اسراف لیکن
لٹاتے ہیں دولت سعادت سمجھ کر

بظاہر عبادت بباطن ریا ہے
وہ فرقت میں رہتے ہیں قربت سمجھ کر

جو پڑھتے ہیں گانوں کی طرزوں پہ نعتیں
وہ بے ادبی کرتے ہیں مدحت سمجھ کر

گناہ گار بھی ہیں وہ گمراہ بھی ہیں
جو قوالی گائیں عبادت سمجھ کر

جو لڑتے ہیں فرقہ پرستی کی خاطر
اٹھاتے ہیں فتنہ شجاعت سمجھ کر

نہ ہو گر وہ سنت تو بدعت بنے گی
عمل گر کیا جائے سنت سمجھ کر

خدا ایسے نادان کو عقل بخشے
بنے وجہِ کلفت جو الفت سمجھ کر

طوافِ شبیہِ حرم اللہ اللہ
درِ شاہِ بطحہ ﷺ کی نسبت سمجھ کر

یہ ابلیس کا مکر ہے درحقیقت
پئیں زہر ہرگز نہ شربت سمجھ کر

صحابہ سے بڑھ کر ہوا کون عاشق
چلیں ان کو نجمِ ہدایت سمجھ کر

صحابہ نے کیا سبز پرچم لگائے
شہِ دیں ﷺ کا یومِ ولادت سمجھ کر

پلٹنے کی پھر اس کو توفیق کیا ہو
چلے گا جو راہِ ہدایت سمجھ کر

CS CamScanner

نہ تحقیقِ علمی نہ توفیقِ عملی
ہر اک رسم اپنائیں برکت سمجھ کر

عقیدت شریعت سے بھی بالاتر ہے
حکایت کو لے لیں روایت سمجھ کر

ہو جیسا بھی پیسا وہ کہلائے طیب
رہِ عشق میں پیشِ خدمت سمجھ کر

بہت لوگ گمراہ ہیں آج تک بھی
شریعت کو بارِ طریقت سمجھ کر

نہیں طعن و تشنیع ہرگز کسی پر
مرے شعر پڑھنا نصیحت سمجھ کر

وبالِ جان بنتے جا رہے ہیں

محلِ حسن کے شاہانِ رفتہ
کھنڈر ویران بنتے جا رہے ہیں

جنہیں دیتے تھے دادِ حسن عاشق
وہ دادا جان بنتے جا رہے ہیں

کبھی جو جانِ جاناں تھے وہی اب
وبالِ جان بنتے جا رہے ہیں

فقط نمکیں نہیں بعضے حسیں تو
نمک کی کان بنتے جا رہے ہیں

حیا مفقود ہو کر رہ گئی ہے
بشر، حیوان بنتے جا رہے ہیں

جو دانائی پہ اتراتے تھے اپنی
وہی نادان بنتے جا رہے ہیں

میرے سینے میں محبت کے سوا کچھ بھی نہیں

زندگی عشق و محبت کے سوا کچھ بھی نہیں
آپ کے نام کی لذت کے سوا کچھ بھی نہیں

سچ ہے عشاقِ حقیقی کے لئے وجہِ حیات
اک محبت ہے، محبت کے سوا کچھ بھی نہیں

مشغلہ اہلِ محبت کا اگر سچ پوچھیں
ہر نفس خونِ شہادت کے سوا کچھ بھی نہیں

کر کے پابند بصارت کو جو کھولے آنکھیں
وہ تری چشمِ بصیرت کے سوا کچھ بھی نہیں

کل تو دیوانے تہِ تیغ کئے جاتے تھے
آج تو سنگِ ملامت کے سوا کچھ بھی نہیں

جس نے نظروں کی حفاظت کی کھلا اس پر راز
زیست ایماں کی حلاوت کے سوا کچھ بھی نہیں

بغض ہے بغض و عداوت کی لغت سے مجھ کو
میرے سینے میں محبت کے سوا کچھ بھی نہیں

کارِ عقبٰی ہی میں حائل ہے یہ مصروفیت
کارِ دنیا میں تو فرصت کے سوا کچھ بھی نہیں

شاہین اقبال کے اقبال کا میں راز کہوں
شیخِ کامل کی کرامت کے سوا کچھ بھی نہیں

میرا اسلوب اثر شعر و سخن ہے لیکن
میرا مطلوب نصیحت کے سوا کچھ بھی نہیں

نکالو! گھر سے آلاتِ فواحش

اگر ہے خلد میں جانے کی خواہش
نکالو! گھر سے آلاتِ فواحش

ہے بازارِ جفا میں ابنِ آدم
لگی ہے بنتِ حوا کی نمائش

جو کھوئے گا یہاں رنگینیوں میں
جلائے گی اسے دوزخ کی آتش

ہیں جب تک خیمہ زن عصیاں کے بادل
نہ ہوگی رحمتوں کی ہم پہ بارش

لحد میں روشنی کس طرح ہو گی
اگر دل میں نہیں ایماں کی تابش

خدا سے دور کرنا چاہتے ہیں
یہی ہے نفس اور شیطاں کی سازش

میں اپنے نفس کی خواہش کچل دوں
یہی ہے ہر نفس اب میری خواہش

مساجد میں نہ تم تقویٰ کو پرکھو
کہ بازاروں میں ہوگی آزمائش

ہیں سب ہی راہِ عقبیٰ کے مسافر
نہیں دارِ فنا، جائے رہائش

سنت کی پیروی ہے شریعت کا ماحصل

دنیا کو گر یہ چاہے کہ جنت کرے کوئی
حاصل خدائے پاک کی نسبت کرے کوئی

یہ تجربہ ہے دوست گناہوں کا چھوڑنا
مشکل نہیں ذرا بھی جو ہمت کرے کوئی

دنیا تو چھوڑنی ہے بہرحال ایک دن
دنیا سے چاہے لاکھ محبت کرے کوئی

جس بزم میں گناہ کا ہوتا ہو ارتکاب
ہرگز نہ ایسی بزم میں شرکت کرے کوئی

کافی نہیں ہے کیا وہ علیم و خبیر ذات
دنیا کو کیوں دکھانے کی نیت کرے کوئی

آنکھیں بھی تو خدا کی امانت ہیں دوستو
پھر اس میں کس طرح سے خیانت کرے کوئی

کھاتا نہیں ہے گوشت کوئی مردہ بھائی کا
پھر کیسے اپنے بھائی کی غیبت کرے کوئی

سارے جہاں کے غوث اور ابدال اس کی خاک
اک بار جو نبی ﷺ کی زیارت کرے کوئی

کوئی تو جان دے کے خدا تک پہنچ گیا
حاصل قدم قدم پہ شہادت کرے کوئی

تقویٰ سے جب برسنے لگے رحمتِ خدا
پھر کس لئے گناہ کی زحمت کرے کوئی

اسلاف کا یہ قول ہے خود کو نہ بھول جائے
جب دوسروں کو وعظ و نصیحت کرے کوئی

جب خود ہی اپنا نفس ہے لعنت کا مستحق
پھر دوسروں کو کیسے ملامت کرے کوئی

ہرگز نہ اصطلاحِ طریقت کا نام لے
جب تک نہ اتباعِ شریعت کرے کوئی

سنت کی پیروی ہے شریعت کا ماحصل
کیوں جستجوئے کشف و کرامت کرے کوئی

مٹنا رہِ سلوک کا حاصل ہے میرے دوست
پھر کیسے آرزوئے خلافت کرے کوئی

جس طرح تیز آندھی میں گرد و غبار سے
سڑکوں پہ یوں نظر کی حفاظت کرے کوئی

شیطان اور نفس تو دشمن ہیں اے اثرؔ
دشمن کی کس طرح سے اطاعت کرے کوئی

آہ دلِ عشاق کی رفتار الگ ہے

عاشق کی سند اور ہے دستار الگ ہے
اس مدرسۂ عشق کا معیار الگ ہے

تجار بھی مخصوص ہیں بازار الگ ہے
سودائے محبت کا خریدار الگ ہے

آنکھوں کے بھی صوبے میں بغاوت ہے نمایاں
اور دل ترا غیروں میں گرفتار الگ ہے

وہ حشر کا میدان ہے اک لمحے کو سوچو
بدکار الگ صاحبِ کردار الگ ہے

تعداد میں اجسام میں فائق تو ہیں کفار
پر حوصلۂ جعفرِ طیارؓ الگ ہے

کرتا ہے کوئی آہ بہاتا ہے کوئی اشک
ہر شخص کا پیرایۂ اظہار الگ ہے

دیوانگیٔ شوق میں اس حال کو پہنچے
پیراہنِ ہستی کا ہر اک تار الگ ہے

پیمائشی آلات بھی ناکام ہیں اس میں
آہِ دلِ عشاق کی رفتار الگ ہے

محبوبِ حقیقی فدا ہوگئے عشاق
اس شہرِ غمِ عشق کا اخبار الگ ہے

ظاہر میں شیاطین کا ماحول کا طوفاں
باطن میں اثرؔ نفس کا منجدھار الگ ہے

کسی کے عشق نے

اپنی انا کو شوق سے پامال کردیا
میرا کسی کے عشق نے یہ حال کردیا

خورشیدِ قربِ خاص ہوا یک بیک طلوع
آفاقِ دل کو میں نے جونہی لال کردیا

اپنی حقیقتوں سے تو واقف ہے خود اثرؔ
شاہیں کو عطا آپ نے اقبال کردیا

رشوت بھی ہے حلال کمائی کے ساتھ ساتھ

اچھائی کر رہے ہیں برائی کے ساتھ ساتھ
کھاتے ہیں زہر بھی وہ دوائی کے ساتھ ساتھ

قطرہ ملا شراب کا زمزم کے حوض میں
رشوت بھی ہے حلال کمائی کے ساتھ ساتھ

دیتے ہیں وہ زکوٰۃ بھی لیتے ہیں سود بھی
مکھی نگل رہے ہیں ملائی کے ساتھ ساتھ

غیبت بھی چغلیاں بھی ہیں گالی گلوچ بھی
روزہ نماز و ذکر و بھلائی کے ساتھ ساتھ

مسلم ہیں اور باعثِ ایذائے مسلمیں
مومن بھی ہیں لگائی بجھائی کے ساتھ ساتھ

تعلیمِ نو کہ موت ہے اخلاقیات کی
ہے مکس گیدرنگ پڑھائی کے ساتھ ساتھ

دیتے ہیں اپنی عقل سے حکمِ خدا میں دخل
رہزن بھی ہیں وہ راہنمائی کے ساتھ ساتھ

حکمِ خدا کو دیکھو پسِ پشت ڈال کر
چلنا وہ چاہتے ہیں خدائی کے ساتھ ساتھ

ہے آج بھی ہماری غلامانہ ذہنیت
وہ قید کر گیا ہے رہائی کے ساتھ ساتھ

چادر تو اوڑھ لی ہے مگر چہرہ ہے کھلا
پردہ بھی ہے تو جلوہ نمائی کے ساتھ ساتھ

حسنِ عمل نہیں ہے مگر حسنِ ظن. بہت
امیدِ مغفرت ہے ڈھٹائی کے ساتھ ساتھ

گر دل ہے پاک تیرا تو آنکھیں خراب کیوں
کیوں گندگی ہے اتنی صفائی کے ساتھ ساتھ

پوشیدہ پند و وعظ ہیں طنز و مزاح میں
مرچیں کھلا رہا ہوں مٹھائی کے ساتھ ساتھ

پیشہ وروں کے بینک اکاؤنٹس ہیں آثر
شاہی بھی چل رہی ہے گدائی کے ساتھ ساتھ

گرد کر چھوٹ جائے تو کھانا بھی چھوڑ دے

حسنِ بتاں کے ناز اٹھانا بھی چھوڑ دے
پتھر کے آگے سر کو جھکانا بھی چھوڑ دے

جس میں ہوائے نفس ٹھکانے نہ لگ سکے
بہتر ہے یہ کہ ایسا ٹھکانہ بھی چھوڑ دے

مَیلا ہو دل تو ریشِ مبارک پہ بھی نہ جا
میلان ہو تو ملنا ملانا بھی چھوڑ دے

ڈاکے نہ ڈال غیرتِ انسانیت پہ اب
لیلاؤں کے نمک کو چرانا بھی چھوڑ دے

ملعون ٹھہرے ناظر و منظور دونوں ہی
اب دیکھنا بھی چھوڑ دِکھانا بھی چھوڑ دے

کرتا ہے اجتناب تو مالِ حرام سے
اب اس کے ساتھ چغلیاں کھانا بھی چھوڑ دے

یہ کیسا زُہد ہے کہ ہے بیزار زیست سے
کس نے کہا کہ ہنسنا ہنسانا بھی چھوڑ دے

دونوں ہی ہیں جہنمی راشی و مرتشی
کھانا بھی ترک کردے کھلانا بھی چھوڑ دے

مرشد کے پاس جو بنے کم آنے کا سبب
گر میری مان اتنا کمانا بھی چھوڑ دے

فاقہ اگر ہو روح کا رکھ بھوکا نفس کو
گر ذکر چھوٹ جائے تو کھانا بھی چھوڑ دے

اصول کے خلاف ہے

وہ جس کا فعل سنتِ رسول کے خلاف ہے
عاشق ہم اس کو مان لیں اصول کے خلاف ہے

ہم اپنی جان وار دیں جہانِ بے ثبات پر
یہ بات اہلِ فہم کے عقول کے خلاف ہے

رہ کر چمن کے درمیاں خاروں سے ساز باز کیوں
وہ باغباں عجیب ہے جو پھول کے خلاف ہے

راہِ سلف سے جو ہٹا سنت کی راہ سے کٹا
قابل وہ لاکھ ہو مگر قبول کے خلاف ہے

میں جانتا ہوں کہ چہرہ ترا کتابی ہے

نظر اٹھانا ہی سب سے بڑی خرابی ہے
کہ سارے شہر میں طوفانِ بے حجابی ہے

مری کتاب میں ہی تجھ کو دیکھنا ہے حرام
میں جانتا ہوں کہ چہرہ ترا کتابی ہے

پڑی ہیں صحبتِ خورشیدِ رُشد کی کرنیں
جبھی تو نجمِ ہدایت ہر اک صحابی ہے

نہ دوسروں کو بناؤ نشانۂ تنقید
سنو خرد کا تقاضہ خود احتسابی ہے

فریب کھا نہیں سکتا کبھی چراغوں سے
وہ جس کی آنکھ میں تنویرِ آفتابی ہے

اسی لئے میں مقدر پہ رشک کرتا ہوں
مجھے نصیب ترے در کی باریابی ہے

یہاں پہ یاس و ناامیدی کا سوال نہیں
یہی تو مرشدِ کامل کی لاجوابی ہے

پلائی خالقِ عناب نے شرابِ طہور
جبھی تو رنگتِ پیرِ مغاں عنابی ہے

کسی جمیل کی نسبت نے کردیا ثابت
بہت حسین مرا ذوقِ انتخابی ہے

تیرا وجود ہے صحنِ چمن میں رشکِ گلاب
جبھی تو آنکھ تری ساقیا گلابی ہے

میں حبِّ شیخ کی دولت کا یوں سوالی ہوں
کہ حبِّ شیخ ہی مفتاحِ کامیابی ہے

جو اہلِ عشق پہ کرتا ہے بے سبب تنقید
تو ایسے شخص کا تقویٰ اثر کلابی ہے

آثر بھی پیتا ہے لیکن نگاہِ ساقی سے
آثر بھی میکدۂ عشق کا شرابی ہے

روحانی طبیبوں سے دوا کیوں نہیں لیتے

ایماں کی حلاوت کا مزہ کیوں نہیں لیتے
سڑکوں پہ نگاہوں کو جھکا کیوں نہیں لیتے

کوّے تو نہیں ہو کہ ہو مرغوب غلاظت
تم ہنس ہو موتی کی غذا کیوں نہیں لیتے

کرتے ہو معاصی کے مرض کو نظر انداز
روحانی طبیبوں سے دوا کیوں نہیں لیتے

اب آتشِ الفت کی درآمد بھی کہاں تک
یہ آگ ہی سینے میں لگا کیوں نہیں لیتے

ہر بے کس و مجبور کی کرتے ہو خوشامد
اک صاحبِ قدرت کو منا کیوں نہیں لیتے

سرکار ﷺ کی صورت سے اگر پیار ہے تم کو
رخسار پہ سنت کو سجا کیوں نہیں لیتے

کیوں مسٹر و ملّا کے ہو مابین مرے دوست
ڈاڑھی کو تم اک مشت بڑھا کیوں نہیں لیتے

کہتے ہو مرض کبر کا جب تم میں نہیں پھر
شلوار کو ٹخنے سے اٹھا کیوں نہیں لیتے

کیا رنگ و چمک دیکھتے پھرتے ہو بتوں کی
تم خالقِ سورج سے ضیا کیوں نہیں لیتے

ہیں تیز بہت ساقیِ دوراں کی شرابیں
تم اپنی شراب اس میں ملا کیوں نہیں لیتے

ہیں داغ جو عصیاں کے آثر دامنِ دل پر
اشکوں کے سمندر میں نہا کیوں نہیں لیتے

عشرۂ اخیرہ کیلئے پیغام

اس قدر ہو قوتِ تقویٰ عطا
ہم بھی دے دیں نفس اور شیطاں کو مات

عشرۂ اتقم من النیران ہے
بخش دے ہم کو بھی دوزخ سے نجات

عجیب اپنا مزاج ہے

مجھے غم ملا تو میں خوش ہوا کہ یہ اہلِ عشق کا تاج ہے
جو خوشی ملی تو میں رو پڑا کہ عجیب اپنا مزاج ہے

یہ جو درد تو نے عطا کیا رہے کاش مائلِ ارتقا
ترا درد ہی ہے مرض مرا ترا درد ہی تو علاج ہے

گو زمانہ بھر رہے نکتہ چیں مرے ساتھ ہے مرا ہم نشیں
مجھے اس کا کوئی بھی غم نہیں کہ خلاف میرے سماج ہے

مرا حال ایاک نعبدُ مرا قال ایاک نستعین
تری ذات ہی مرا آسرا ترے ہاتھ ہی مری لاج ہے

بھلا آندھیوں سے میں کیا ڈروں مجھے تیرگی کا ہو خوف کیوں
میں اسی کے نقشِ قدم پہ ہوں جو منیر ہے جو سراج ہے

بس اب اپنے دل کو سنبھالئے ذرا بوجھ نفس پہ ڈالئے
اسے آپ کل پہ نہ ٹالئے کہ جو کام کرنے کا آج ہے

یہاں اہلِ عقل کے ہوش گم یہاں رِند پیتے ہیں خُم پہ خُم
کہ یہ اہلِ دل کا ہے میکدہ یہاں اہلِ عشق کا راج ہے

سامنے آئینۂ فرہاد رہنا چاہیئے

یوں نہ ہر قانون سے آزاد رہنا چاہیئے
ہم کسی کے بندے بھی ہیں یاد رہنا چاہیئے

نفس صیاد سے فریاد رہنا چاہیئے
ہر طائروں کو گلستاں بھی یاد رہنا چاہیئے

خالقِ شیریں کے طالب بن کے نکلے ہیں تو پھر
سامنے آئینۂ فرہاد رہنا چاہیئے

عشق کے غم کی کہیں توہین ہوجائے نہ دوست
عشق کے غم میں ہمیشہ شاد رہنا چاہیئے

اہلِ حق کی راہ میں خود کو بچھا دیں ہم مگر
پیشِ باطل سیسہ و فولاد رہنا چاہیئے

نخلِ تقویٰ کے پنپنے کے لئے ہے ناگزیر
خواہشاتِ نفس مثلِ کھاد رہنا چاہیئے

غم میں شاداں اور خوشی میں اشکباری ہو شعار
عشق کو یوں جامعِ اضداد رہنا چاہیئے

سب غلاموں کے تقاضوں کو عقب میں ڈال دو
سامنے سرکار ﷺ کا ارشاد رہنا چاہیئے

رہِ سلوک کیا طے ہنسی خوشی میں نے

خودی مٹائی تو پائی ہے بے خودی میں نے
خدا کے قرب کی خالص شراب پی میں نے

اُدھر سے وصل کا اثبات میں جواب آیا
جو اپنی ذات کی کر دی اِدھر نفی میں نے

جہان بھر کے عدو میرا کیا بگاڑیں گے
کہ ان کے دوست سے کرلی ہے دوستی میں نے

میری حیات پہ گلشن بھی رشک کرتا ہے
کہ ایک گل پہ فدا کی ہے زندگی میں نے

کیا قرار نہ میں نے فضائے گلشن میں
کہ تیری خوشبو اڑائی گلی گلی میں نے

یہ ہاتھ مرشدِ کامل کے ہاتھ میں دے کر
رہِ سلوک کیا طے ہنسی خوشی میں نے

مرے گناہ بھی حسنات کی طرح چمکے
ترے کرم کی طرف جب نگاہ کی میں نے

میں لومڑی ہوں مگر مجھ پہ ہاتھ شیر کا ہے
کہ چھوڑ دی ہے رہِ حق میں بزدلی میں نے

اٹھایا مدتوں روحانی پہلوان کا فیض
جبھی تو نفسِ عدو کو شکست دی میں نے

ترے بغیر تو یہ میکدہ بھی ہے صحرا
ترے بغیر کبھی ساقیا نہ پی میں نے

میں حبِّ شیخ کی نعمت سے نابلد رہتا
کہ اہلِ عشق سے سیکھی ہے عاشقی میں نے

برائے کام اٹھایا ہمیشہ اپنا قلم
برائے نام نہیں کی سخن وری میں نے

بڑھا تو جانبِ منزل ہی بڑھ رہا ہوں آثر
کہ پیچھے مڑ کے بھی دیکھا نہیں کبھی میں نے

دشمن کو تو پہلو میں بٹھایا نہیں کرتے

محبوب کی نظروں میں وہ آیا نہیں کرتے
غیروں سے نگاہیں جو بچایا نہیں کرتے

ابلیس کے بہکاوے میں آیا نہیں کرتے
دشمن کو تو پہلو میں بٹھایا نہیں کرتے

وہ رحم کی آغوش میں لینے کو ہیں تیار
ہم ہیں کہ قدم اپنے بڑھایا نہیں کرتے

ایسوں کی غریبی ہے بڑی رحم کے قابل
عقبیٰ کی کرنسی جو کمایا نہیں کرتے

مومن کے لئے موت تو تحفہ ہے مرے دوست
مومن کو شہادت سے ڈرایا نہیں کرتے

ہر عادتِ بد مرشدِ کامل سے بتا دے
امراض طبیبوں سے چھپایا نہیں کرتے

پامال نہ ہو جائے کہیں ان کا تقدس
جو خدمتِ اقدس ہی میں آیا نہیں کرتے

ہم آ نہیں سکتے تھے کبھی نفس پہ غالب
رحمت کا اگر ہم پہ وہ سایہ نہیں کرتے

ہم رُشد کی نعمت کو آخر پاتے کہاں سے
مرشد کے اگر ناز اٹھایا نہیں کرتے

ساقی کا فیض سارے زمانے میں عام ہے

یہ ٹھیک ہے کہ علم، عمل کا امام ہے
پر مقتدی بغیر امامت ہی خام ہے

وہ عاشقِ رسول ﷺ ہے سچا غلام ہے
چہرے پہ جس کے سنتِ خیرالانام ﷺ ہے

آزاد ہے جو حکمِ خدا و رسول ﷺ سے
وہ خواہشاتِ نفس کا اب تک غلام ہے

غافل رہے جو خالقِ چین و سکون سے
چین و سکوں کا خواب بھی اس پر حرام ہے

اب تیرے ذکر ہی سے ہے تزئینِ صبحِ نو
اب تیری یاد ہی سے حسیں میری شام ہے

وہ دل بھی محترم ہے دلِ اہلِ دل میں اب
جس دل میں اہلِ دل کا بڑا احترام ہے

محدودِ مے کشی ہے نہ مخصوصِ میکدہ
ساقی کا فیض سارے زمانے میں عام ہے

امن و سلامتی کی ضمانت کہیں جسے
اسلام کا نظام ہی ایسا نظام ہے

میں بھی تو شئے ہوں مجھ پہ بھی ہو جائے گا کرم
رحمت خدائے پاک کی ہر شئے پہ عام ہے

پہلے جسم بنتا ہے پھر اس میں روح آتی ہے

جنہیں وہ ذاتِ پاکِ لم یزل اپنا بناتی ہے
گناہوں کے تصور سے بھی ان کو شرم آتی ہے

جہاں رو رو کے بندہ توبہ کرتا ہے گناہوں سے
وہیں پر دوستو بندے کی قسمت مسکراتی ہے

جو ہے اللہ والا کہتا ہے اِنّی اخافُ اللہ
جو اپنی سمت حسین و بانسب عورت بلاتی ہے

اسی ہستی کو سایہ عرشِ اعظم کا عطا ہوگا
جو خونِ آرزو کی دھوپ میں خود کو جلاتی ہے

یقیناً مبتلا ہوتا ہے کبر و عجب میں اک دن
جو نعمت کو سمجھتا ہے کمال اپنا یہ ذاتی ہے

بنالیں پہلے ظاہر ہم تو بن جائے گا باطن بھی
کہ پہلے جسم بنتا ہے پھر اس میں روح آتی ہے

الیکشن میں یہاں بھی گندے انڈے پھینکے جاتے ہیں
کہ دنیا بھی خدا کے عاشقوں کو آزماتی ہے

دعا کرواتی ہے رو کر پہنچ جائے جو منزل پر
کہ آغازِ سفر میں تو یہ دنیا مسکراتی ہے

بیعتِ پیرِ مغاں کرلے

اثرؔ یوں خارِ راہِ حق کو رشکِ گلستاں کرلے
کہ اپنے صحنِ دل کا اہلِ دل کو باغباں کرلے

کریں گے رشک خورشید و قمر بھی تیری رفعت پر
زمیں والے تُو اپنے رخ کو سوئے آسماں کرلے

اگر محفوظ رہنا ہے تجھے دنیا کے فتنوں سے
تو میرے دوست پھر قابو میں خود اپنی زباں کرلے

تُو جلوت میں تو کرتا ہے ہمیشہ نالہ و فریاد
کبھی خلوت میں اپنے رب سے بھی آہ و فغاں کرلے

حصولِ راحت و عیش و طرب کی ہے یہی تدبیر
کہ بندہ خالقِ رنج و الم کو مہرباں کرلے

اسی عاشق کو ہوتا ہے حصولِ منزلِ مقصود
جو خود کو عشق میں ناواقفِ سود و زیاں کرلے

مئے عشقِ حقیقی سے اگر مخمور ہونا ہے
تو رندِ نوجواں تُو بیعتِ پیرِ مغاں کرلے

بس اک زندہ حقیقی پر لُٹا اپنی متاعِ زیست
اثرؔ تُو اس طرح حاصل حیاتِ جاوداں کرلے

مجھ پر بھی عشقِ شیخ کھلے

زندہ ہیں ہم تو آنچ نہ آئے گی دین پر
مرجائیں گے تو ہوگی قیامت زمین پر

ممکن ہے سر تو تن سے جدا راہِ حق میں ہو
پر سلوٹیں نہ آئیں گی ہرگز جبین پر

جز کاش کاش کچھ بھی نہ آئے گا تیرے ہاتھ
دل پاش پاش ہوگا جو ہر ہر حسین پر

قطرے کو کن سے احسنِ تقویم کردیا
کتنا کرم ہے آپ کا ماءِ مھین پر

عِلمُ الیقیں کے بعد تو عینُ الیقین ہے
لیکن مدارِ قرب ہے حقُ الیقین پر

پائی نہ جس نے معرفت محروم رہ گیا
افشا ہوا یہ راز فقط عارفین پر

وہ دین دار لوگوں کی صحبت میں رہ پڑے
چلنا جو چاہتا ہو سہولت سے دین پر

دنیا میں رہ کے کردیا عقبیٰ کو سامنے
قربان جاؤں میں نگہِ دوربین پر

یہ جان لے کہ نقص ہے خود اس کے فہم کا
جو اعتراض کرنے لگے کاملین پر

روتا ہے کوئی عاصی جہاں سجدہ گاہ میں
کرتا ہے رشک آسماں ایسی زمین پر

ہم ہیں گریزاں اس سے جو محسن ہے دوست ہے
اور جاں چھڑک رہے ہیں عدوِّ مبین پر

جینا اسی کا اصل میں جینا ہے دوستو
جو جان دے رہا ہے حیات آفرین پر

تُو اپنا کھیت بیچ کسی اہلِ دل کے ہاتھ
تقویٰ وہ کاشت کرتے ہیں دل کی زمین پر

ابلیس بھی عدو ہے مگر خارجی ہے وہ
پہرہ زیادہ چاہیئے نفسِ لعین پر

مجھ پر بھی عشقِ شیخ کھلے جس طرح کھلا
عشرت جمیل و حضرتِ عبدالمتین پر

تجھ کو ہے فکر غیر کے دامن کی اے اخترؔ
صدہا غلاظتیں ہیں تری آستین پر

(مراد حضرتِ اقدس مدظلہ کے خلیفۂ خاص جناب سید عشرت جمیل میر صاحب اور میر بنگال حضرت مولانا عبدالمتین صاحب ہیں)

دعا کا اثر دیکھنا چاہتا ہوں

جہاں میں اگر دیکھنا چاہتا ہوں
تجھے اک نظر دیکھنا چاہتا ہوں

دوائے غمِ دردِ ہجراں یہی ہے
درِ چارہ گر دیکھنا چاہتا ہوں

مجھے اپنی تابِ نظر کی خبر ہے
میں جلوہ مگر دیکھنا چاہتا ہوں

وفاؤں کے میں نے بڑے تخم بوئے
وفا کا ثمر دیکھنا چاہتا ہوں

جو اہلِ نظر کی نظر کی ہو منظور
میں ایسی نظر دیکھنا چاہتا ہوں

میں وادی سے جور و جفا کی نکل کر
محبت نگر دیکھنا چاہتا ہوں

درِ غیر پر سر جو اپنا جھکائے
وہ سر دار پر دیکھنا چاہتا ہوں

دعاؤں میں مانگا ہے ان کو آثر اب
دعا کا اثر دیکھنا چاہتا ہوں

دعا کا اثر دیکھنا چاہتا ہوں

جہاں میں اگر دیکھنا چاہتا ہوں
تجھے اک نظر دیکھنا چاہتا ہوں

دوائے غمِ دردِ ہجراں یہی ہے
درِ چارہ گر دیکھنا چاہتا ہوں

مجھے اپنی تابِ نظر کی خبر ہے
میں جلوہ مگر دیکھنا چاہتا ہوں

وفاؤں کے میں نے بڑے تخم بوئے
وفا کا ثمر دیکھنا چاہتا ہوں

جو اہلِ نظر کی نظر کی ہو منظور
میں ایسی نظر دیکھنا چاہتا ہوں

میں وادی سے جور و جفا کی نکل کر
محبت نگر دیکھنا چاہتا ہوں

درِ غیر پر سر جو اپنا جھکائے
وہ سر دار پر دیکھنا چاہتا ہوں

دعاؤں میں مانگا ہے ان کو اثر اب
دعا کا اثر دیکھنا چاہتا ہوں

سنت کو عام کرنا مقصد ہے زندگی کا

ہاتھوں میں ہے علَم جب آقا ﷺ کی پیروی کا
پھر کیوں شکار ہوں ہم احساسِ کمتری کا

نکلے گا خود جنازہ بدعت کی تیرگی کا
کردو چراغ روشن سنت کی روشنی کا

ہے اجرِ صد شہیداں اک سنتِ نبی ﷺ پر
سنت کو عام کرنا مقصد ہے زندگی کا

رونا نہیں پڑے گا محشر کے روز ہرگز
گر آج غم اٹھا لو دنیا کی تم ہنسی کا

جلدی کرو غلامو! جاں دے دو اس ادا پر
آقا نے خود بڑھایا ہے ہاتھ دوستی کا

محجوب ہیں بچارے وہ خالقِ جہاں سے
رکھتے ہیں علم گرچہ مریخ و مشتری کا

بن عشق و معرفت کے یوں بے مزہ ہے طاعت
جیسے بلا نمک کے کھانا لگے ہے پھیکا

ہر ضیق کا بھی مخرج ہے اہتمام تقویٰ
ہوتا ہے جگ میں آساں ہر کام متقی کا

نقادِ اہلِ دل ہے خفاشیت کا مارا
رہتا ہے تیرگی میں دشمن ہے روشنی کا

اپنے بڑوں سے آگے چلنا ہے بے وقوفی
چوہا کرے نہ دعویٰ ہاتھی کی رہبری کا

رب کی عبادتیں بھی اپنی شرارتیں بھی
خود کہیے کیا یہی ہے مفہوم بندگی کا

بنتا ہے بازِ شاہی کرتا ہے بدنگاہی
کیا شکریہ یہی ہے آنکھوں کی روشنی کا

ہر پیر اور جواں ہے اب سخت مشکلوں میں
عورت کی بے حجابی فتنہ ہے اس صدی کا

اسراف کی ہے عادت اور خرچ بے ضرورت
گھر گھر میں اب جبھی تو رونا ہے مفلسی کا

غم آگیا تو فوراً کرتے ہیں یاد رب کو
اور بھولتے ہیں رب کو موقع ہو جب خوشی کا

فساق جیسا چہرہ کفار سی ادائیں
اس پر ہے تیرا دعویٰ عاشق ہے تو نبی ﷺ کا

مقصد مرے سخن کا اصلاحِ مسلمیں ہے
تم کو مزہ مبارک غزلوں کی چاشنی کا

سود و زیاں سے یکسو بازارِ عشقِ حق میں
غم کو خریدتا ہوں سودا ہے یہ خوشی کا

انجام کوئی دیکھے مرجھائے پھول کا بھی
دل کھنچتا ہے یوں تو آغاز ہر کلی کا

میں خود کو خود بتاؤ اب کس طرح سنبھالوں
وہ میرے سامنے ہیں عالم ہے بے خودی کا

دل اہلِ دل کی برکت سے ایسا بن گیا ہے
اب زور میرے دل پر چلتا نہیں کسی کا

اللّٰھم ارنا الحقّ حقاً وّ رزقنا التباعه

یارب ہے دعا تجھ سے مجھے حق تو دکھا دے
اور پیرویٔ حق کو مرا رزق بنا دے

باطل کو مری آنکھ میں باطل ہی دکھا دے
بیزاریٔ باطل کو مرا رزق بنا دے

آنکھوں کے مقاصد کی بھی ہو جائے گی تکمیل
بس ایک تمنا ہے کبھی جلوہ دکھا دے

یہ عشق نہیں فسق ہے دنیا کو بتا دے
فساق کو عشاق کا آئینہ دکھا دے

اک آن میں وہ اپنے لطائف سے ہنسا دے
اور دوسرے ہی لمحے نصیحت سے رلا دے

تب جاکے ثمر چکھنے کو ملتا ہے فنا کا
جب تخمِ انا کو کوئی مٹی میں ملا دے

کہتا ہے مریض عشقِ حقیقی کا مسلسل
تُو اپنی محبت کا مرض اور بڑھا دے

کیا غم ہے جو موجود نہیں بوریا گھر میں
محبوب کے قدموں میں اثر خود کو بچھا دے

بر زمینِ غالب

کسی عاشقِ خدا پر تو اگر نثار ہوتا
تو خدا کے عاشقوں میں ترا بھی شمار ہوتا

ترے عشق کا جو گھائل دلِ بے قرار ہوتا
کبھی یہ فگار ہوتا کبھی اشکبار ہوتا

جو مرا کوئی عمل بھی تجھے ناگوار ہوتا
تو وجود خود ہی اپنا مجھے زیرِ بار ہوتا

اے آثر جو میری قسمت میں فرازِ دار ہوتا
غمِ عشق کے شہیدوں میں مرا شمار ہوتا

یہی میرا مسئلہ ہے کہ ہے جان ایک میری
میں وگرنہ تجھ پہ یارب فدا بار بار ہوتا

تو خدائے پاک دیتا ہمیں حکم اس کا کیونکر
نہ گناہ چھوڑنے پر اگر اختیار ہوتا

کہا دل نے گھر بناتا ہے دل کو خالقِ دل
کسی اہلِ دل پہ اے دل تو اگر نثار ہوتا

اگر اہلِ عقل آتے تری محفلِ جنوں میں
تو وہ دامنِ خرد بھی یہاں تار تار ہوتا

تری زندگئ دل کی یہ تھی آخری علامت
جو گناہ تجھ سے ہوتا تو تُو اشکبار ہوتا

یہی میری آرزو تھی کہ جہانِ ملکِ دل میں
میں نفاذِ عشق کرتا اگر اقتدار ہوتا

تری ہر خوشی پہ بکنا ترا غم خرید لینا
جو میں حشر تک بھی جیتا یہی کاروبار ہوتا

ہمارے عشق کا چرچا بہت ہے

ہمیں تو بس یہ سرمایہ بہت ہے
کہ ہم نے شیخ کو چاہا بہت ہے
زکوٰۃِ جامِ عرفاں کی ہوس کیا
نگاہِ لطف کا صدقہ بہت ہے
وہی سلجھائے گا اوروں کی گتھی
جو پیچ و خم میں خود الجھا بہت ہے
وہ محبوبِ حقیقی تو ہے مخفی
ہمارے عشق کا چرچا بہت ہے
سکونِ قلب بھی تو مول لائیں
وہ جن کی جیب میں پیسہ بہت ہے
ملے گر جان دے کر جانِ جاناں
تو سودا سچ کہوں سستا بہت ہے
کوئی دیکھے نہ دیکھے وقتِ عصیاں
فقط اک دیکھنے والا بہت ہے
وہی ابھرے گا بحرِ عشقِ حق میں
جو حبِ شیخ میں ڈوبا بہت ہے
یہ دل ہے بے نیازِ ہفت اقلیم
تری نسبت کا سرمایہ بہت ہے
اسی میں ہوتے ہیں وہ جلوہ فرما
وہ جس کا دل اثر ٹوٹا بہت ہے

حضرت شیخ کے بیان کردہ چار اعمال

آنکھ بچاؤ قلب بچاؤ
دل میں یوں اللہ کو پاؤ

مونچھیں کٹاؤ ڈاڑھی بڑھاؤ
آقا علیہ وسلم صلی اللہ جیسی شکل بناؤ

مرد ہو گر تم راہِ خدا کے
ٹخنوں کو ہرگز نہ چھپاؤ

اللہ والا بننا ہے تو
صحبتِ اہل اللہ میں آؤ

خود بھی جاگو جگ کو جگاؤ
بت سے بھاگو بت کو بھگاؤ

یاد نہ آئے ہستی اپنی
پیشِ مرشد خود کو مٹاؤ

رشکِ عید

مانا کہ معصیت کا تقاضا شدید ہے
لیکن مرے خدا کی جو اس پر وعید ہے

جو غم کہ ان کی راہ میں حاصل ہو دوستو
وہ غم تو عاشقوں کے لئے رشکِ عید ہے

وہ اپنے نام لیوا کو دوزخ میں ڈال دیں
ہرگز نہیں یہ ان کے کرم سے بعید ہے

جو خواہشاتِ نفس کا ہر دم لہو کرے
وہ بندہ ان کی راہ کا زندہ شہید ہے

اک تو کہ جس کو آخرت کی فکر کھا گئی
اک میں کہ جس کو خواہشِ دنیا مزید ہے

کیسے بجھا سکے کوئی دوزخ کی آگ کو
اس کا علاج کیا ہے فقط آبِ دید ہے

دعویٰ عشقِ شیخ سے ہرگز بجا نہیں
جب تک اخترؔ تو نفسِ عدو کا مرید ہے

خالقِ آفتاب

روشنی بے حساب ہے دل میں
خالقِ آفتاب ہے دل میں

دیدۂ عقل پر ہی پردہ ہے
حسن تو بے حجاب ہے دل میں

خارِ فرقت میں جسم ہے لیکن
قربِ حق کا گلاب ہے دل میں

اس کے اعمال بھی برے ہوں گے
جس کی نیت خراب ہے دل میں

جب سے دیکھا ہے غیر کی جانب
اک عجب اضطراب ہے دل میں

احتسابِ گناہ کیوں نہ کروں
خوف روزِ حساب ہے دل میں

بارشِ اشک ہے برسنے کو
رقتوں کا سحاب ہے دل میں

دل کو غیروں سے کر رہا ہوں صاف
یہ مہم کامیاب ہے دل میں

ماہ پاروں کی کیا حقیقت ہے
خالقِ ماہتاب ہے دل میں

رشکِ عید

مانا کہ معصیت کا تقاضا شدید ہے
لیکن مرے خدا کی جو اس پر وعید ہے

جو غم کہ ان کی راہ میں حاصل ہو دوستو
وہ غم تو عاشقوں کے لئے رشکِ عید ہے

وہ اپنے نام لیوا کو دوزخ میں ڈال دیں
ہرگز نہیں یہ ان کے کرم سے بعید ہے

جو خواہشاتِ نفس کا ہر دم لہو کرے
وہ بندہ ان کی راہ کا زندہ شہید ہے

اک تو کہ جس کو آخرت کی فکر کھا گئی
اک میں کہ جس کو خواہشِ دنیا مزید ہے

کیسے بجھا سکے کوئی دوزخ کی آگ کو
اس کا علاج کیا ہے فقط آبِ دید ہے

دعویٰ عشق شیخ سے ہرگز بجا نہیں
جب تک اثر تو نفسِ عدو کا مرید ہے

خالقِ آفتاب

روشنی بے حساب ہے دل میں
خالقِ آفتاب ہے دل میں

دیدۂ عقل پر ہی پردہ ہے
حسن تو بے حجاب ہے دل میں

خارِ فرقت میں جسم ہے لیکن
قربِ حق کا گلاب ہے دل میں

اس کے اعمال بھی برے ہوں گے
جس کی نیت خراب ہے دل میں

جب سے دیکھا ہے غیر کی جانب
اک عجب اضطراب ہے دل میں

احتسابِ گناہ کیوں نہ کروں
خوف روزِ حساب ہے دل میں

بارشِ اشک ہے برسنے کو
رقتوں کا سحاب ہے دل میں

دل کو غیروں سے کررہا ہوں صاف
یہ مہم کامیاب ہے دل میں

ماہ پاروں کی کیا حقیقت ہے
خالقِ ماہتاب ہے دل میں

پر کیسے بھول جاؤں خدائے قمر کو میں

پابند کررہا ہوں جو تیرِ نظر کو میں
برداشت کر نہ پاؤں گا زخمِ جگر کو میں

مجھ کو بھی اچھے لگتے ہیں چہرے یہ چاند سے
پر کیسے بھول جاؤں خدائے قمر کو میں

دنیا میں ہوں مگن تو فقط میری بھول ہے
منزل سمجھ رہا ہوں اگر رہگزر کو میں

آنکھوں کے راستے کو کھلا کیسے چھوڑ دوں
خود کس طرح تباہ کروں اپنے گھر کو میں

کس طرح ختم ہوگی یہ بے چارگی مری
راضی نہیں کروں گا اگر چارہ گر کو میں

پابند ہوچکا ہوں کسی آفتاب کا
آزاد کیسے کردوں شعاعِ بصر کو میں

رب نے عطا کیا ہے جو تقویٰ کا ایک نخل
رکھتا ہوں خونِ دل سے ہرا اس شجر کو میں

کرتا ہے آسماں بھی مری رفعتوں پہ رشک
رکھتا ہوں جب بھی آپ کے قدموں پہ سر کو میں

کیوں ہو مجھے خدا سے گماں انتقام کا
کرتا ہوں جب پسند اثر درگزر کو میں

اعمال کے بغیر ہیں اشعار بے اثر
کرتا ہوں بارہا یہ نصیحت اثر کو میں

موت کو یاد نہ کرنے سے بھی آجائے گی موت

داؤ شیطان کا انسان پہ چل جاتا ہے
سخت کیچڑ میں تو ہاتھی بھی پھسل جاتا ہے

جس کے کردار میں روشن رہیں مشکوٰۃ نبی ﷺ
اس کی گفتار کا انداز بدل جاتا ہے

جس کا دعویٰ ہے کہ محبوب ہے اس کو مولیٰ
سانچۂ سنتِ آقا ﷺ میں وہ ڈھل جاتا ہے

نفس انسان کا ہے طفل کی مانند اثر
چند مٹی کے کھلونوں پہ مچل جاتا ہے

موت کو یاد نہ کرنے سے بھی آجائے گی موت
آنکھ جھپکانے سے خطرہ نہیں ٹل جاتا ہے

باطنی سوز سے کیوں نرم نہ ہو پتھر دل
ظاہری آگ سے جب لوہا پگھل جاتا ہے

جھکنے لگتا ہے تواضع سے زمیں کی جانب
پھل کسی شاخ پہ جس وقت کہ پھل جاتا ہے

ایسے رہرو کی تو گمراہی یقینی ہے دوست
رہنماؤں سے بھی آگے جو نکل جاتا ہے

بزدلی کرتا ہے محسوس وہ ضیغم ہو کر
درمیاں بکری کے جو شیر بھی پل جاتا ہے

قلبِ عشاق کے طوفان کا غماز ہے وہ
آنکھ سے اشک کا دریا جو ابل جاتا ہے

اگر منظور ہوگا

ہر اک فتنہ وطن سے دور ہوگا
شریعت بل اگر منظور ہوگا

جو ہے تاجر وہ ہوجائے گا بے غم
جو ہے مزدور وہ مسرور ہوگا

آئینہ

تو چند لوگوں کی تعریف سن کے پھول گیا
اور عمر بھر کی سیاہ کاریوں کو بھول گیا

اثر یہ بات ترے رب کو بھی پسند نہیں
ہماری رائے میں ہرگز تو عقل مند نہیں

تجھے خبر بھی ہے عقبیٰ میں حال کیا ہوگا
ترا نتیجۂ روزِ مآل کیا ہوگا

تو آخر اپنی حقیقت سے بے خبر کیوں ہے
خدا کو چھوڑ کر اعمال پر نظر کیوں ہے

جو ہوگئی تری خود پر نظر خدا کی قسم
تو مل نہ پائے گی تجھ کو سحر خدا کی قسم

تجھے تباہ کرے گا یہ شر خدا کی قسم
تو میری مان لے ایسا نہ کر خدا کی قسم

تُو کیا عمل ہے ترا کیا تری حقیقت کیا
تُو گندگی ہے سراپا تری حقیقت کیا

تُو اور لوگوں سے خود کو بھلا سمجھتا ہے
اور اپنے آپ کو نادان کیا سمجھتا ہے

تجھے یہ کبر جہاں میں حقیر کردے گا
جزا کے روز یہ تجھ کو فقیر کردے گا

تو قبل اس کے کہ تجھ کو وہاں ندامت ہو
بروزِ حشر خدا کے حضور خجلت ہو

تو اپنی ہستیء ناکارہ کو مٹانا سیکھ
اور اپنی نظروں سے خود کو آخر گرانا سیکھ

عمل زیادہ تو کر پر اسے قلیل سمجھ
اور اپنی نظرﺅں میں خود کو بہت ذلیل سمجھ

یہ واقعہ ہے آخر خود کو جو مٹا دے گا
تو اس کا ثمرہ اسے غیب سے خدا دے گا

جو اپنی شان کو مخلوق میں گھٹا دے گا
خدائے پاک اسے مرتبہ بڑا دے گا

الرحمن فسئل به خبیراً

منزل کا راستہ تو فقط راہبر سے پوچھ
رحمٰن کی تو شان کسی باخبر سے پوچھ

جس نے دیا ہے درد دوا ہے اسی کے پاس
اس درد کا علاج اسی چارہ گر سے پوچھ

کس معصیت کا پردہ پڑا ہے نگاہ پر
کیوں درمیاں حجاب ہے اہلِ نظر سے پوچھ

جس نے نہ چوٹ کھائی بھلا اس کو کیا خبر
تیرِ نظر کا وار تو زخمی جگر سے پوچھ

گلچیں کے تو مزاج میں پھولوں سے بیر ہے
گلشن کا حسن صاحبِ حسنِ نظر سے پوچھ

ہم جانتے ہیں اہلِ نظر کی نظر کا وار
ان کی نظر کی چوٹ ہماری نظر سے پوچھ

وہ فن کے باوجود بھی بے فن دکھائی دے
فن کا یہی کمال ہے اہلِ ہنر سے پوچھ

کس کی فغاں نے تجھ کو منور بنا دیا
یہ بات خانقاہ کی دیوار و در سے پوچھ

تقریر سے زیادہ مؤثر ہے خامشی
تاثیر آہِ شیخ کی قلبِ اثر سے پوچھ

سبزۂ سنتِ سرکار ﷺ

جو محبوبِ خدا کی دوستو صورت بناتا ہے
خدا کو بھی پھر اس کی اس ادا پر پیار آتا ہے

جو رخ پر سنتِ سرکار ﷺ کا سبزہ اگاتا ہے
تو اس کے صحنِ دل میں باغِ ایماں لہلہاتا ہے

مرے سرکار ﷺ کو ہوگی اذیت ترکِ سنت سے
بھلا عاشق کبھی محبوب کا دل بھی دُکھاتا ہے

اسی کی روح روشن ہے منور ہے اسی کا دل
کہ جو رخسار کو انوارِ سنت سے سجاتا ہے

گرو نانک کے پیرو سے سبق لے استقامت کا
ہمیں اک مذہبِ باطل بھی آئینہ دکھاتا ہے

بنا لے صاحبِ روضہ سی صورت اور سیرت بھی
یہ مانا روضۂ اطہر پہ تُو ہر سال جاتا ہے

جو عہدِ پُر فتن میں زندہ کردے ایک سنت کو
ثواب اس پر یقیناً سو شہیدوں کا وہ پاتا ہے

زمانے بھر کے عاقل اس کو آنکھوں پر بٹھاتے ہیں
اثرؔ جو خود کو شاہِ دیں ﷺ کا دیوانہ بناتا ہے

خدا کے واسطے بندوں سے پیار میں نے کیا

کسی کے قول پہ یوں اعتبار میں نے کیا
کہ نقد خوشیوں کو چھوڑا ادھار میں نے کیا

قرارِ جاں پہ دل و جاں نثار میں نے کیا
علاج ہائے دلِ بے قرار میں نے کیا

وہ بے حجاب نظر آئے خانۂ دل میں
لباسِ عقل کو جب تار تار میں نے کیا

پہنچ کے منزلِ مقصود ہی پہ دم لوں گا
یہ فیصلہ بھی سرِ رہگزار میں نے کیا

تجھی سے ہوگیا غافل تو پائی بے چینی
تری ہی یاد سے حاصل قرار میں نے کیا

کسی سے عشق کا اظہار سارے عالم میں
ببانگِ دہل اور دیوانہ وار میں نے کیا

زمانے بھر نے کیا قطع تعلق مجھ سے
تعلق ایک سے جب استوار میں نے کیا

جو علم مجھ کو نہیں تھا سو کرلیا دریافت
سوال کرنے میں ہرگز نہ عار میں نے کیا

جو کام بس میں نہیں تھا گیا نہ اس کے قریب
جو اختیار میں تھا اختیار میں نے کیا

خدائے پاک کی خوشنودی مل گئی مجھ کو
خدا کے واسطے بندوں سے پیار میں نے کیا

مری حیات کی قیمت بھی بڑھ گئی یارو
کسی کے عشق کا جب کاروبار میں نے کیا

متاعِ غم کو خریدا تری خوشی کے عوض
یہ کاروبار اثرؔ بار بار میں نے کیا

دیارِ عشق کی جولانیاں نصیب ہوئیں
اثرؔ جب عقل کی وادی کو پار میں نے کیا

سعادت یہی تو ہے

جیتا ہو اتقیاء میں سعادت یہی تو ہے
ہو دور اولیاء سے شقاوت یہی تو ہے

احسن طریق سے ہو شریعت کا ہر عمل
لُبِ لبابِ راہِ طریقت یہی تو ہے

سنت کے راستے پہ ہوں عشاق گامزن
جنت کے قافلے کی علامت یہی تو ہے

کرتا ہے وہ قبا کے تقدس کو تار تار
دراصل معصیت میں قباحت یہی تو ہے

اڑتا نہیں ہوا پہ ولی گر تو کیا ہوا
سنت پہ چل رہا ہے کرامت یہی تو ہے

رکھتے نہیں ہیں قوتِ قیوم کا خیال
قامت کو دیکھتے ہیں قیامت یہی تو ہے

میداں میں پہلواں کو گرانا نہیں کمال
تُو نفس کو پچھاڑے شجاعت یہی تو ہے

ہر پل ہو اجتنابِ معاصی کا اہتمام
سب سے بڑی عظیم عبادت یہی تو ہے

طاقت کے باوجود بھی طاقت پہ صبر ہو
طاقت اسی کا نام ہے طاقت یہی تو ہے

چھوڑا حسیں کو حسن کے خالق کو پالیا
ایمان کی اے دوست حلاوت یہی تو ہے

خواہش کو مگر خون میں نہلا کے رہیں گے

خوشبوئے غمِ عشقِ خدا پا کے رہیں گے
ہم گلشنِ اقبال میں گر آ کے رہیں گے

بت خانۂ اغیار کو اب ڈھا کے رہیں گے
ہم پرچمِ توحید کو لہرا کے رہیں گے

گو اس کے لئے جان سے خود دھونا پڑے ہاتھ
خواہش کو مگر خون میں نہلا کے رہیں گے

اعمال سے کب، رحمتِ مولیٰ سے ہے امید
جنت سے ہم آئے ہیں وہاں جاکے رہیں گے

شاہین کی توہین ہے لاشوں پہ جھپٹنا
کرگس جو ہیں مردار پہ منڈلا کے رہیں گے

اب کچھ بھی ہو ڈاڑھی کو بڑھائیں گے بہر حال
اب کچھ بھی ہو مونچھوں کو کتروا کے رہیں گے

شیریں تو نہیں خالقِ شیریں کے لئے ہم
اب قصۂ فرہاد کو دہرا کے رہیں گے

انعام کی لالچ سے نکالیں گے ہر اک کام
بچے کی طرح نفس کو بہلا کے رہیں گے

دیکھیں گے جب عشاق کو جنت کے مزے میں
جو عقل کے بندے ہیں وہ پچھتا کے رہیں گے

گو ساز نہیں پاس مگر سوزِ دروں سے
ہم محفلِ عشاق کو گرما کے رہیں گے

سودا نہ کریں گے کبھی ایمان کا دیں کا
ہم ایڈ کو ڈالرز کو ٹھکرا کے رہیں گے

ہو جائے گی جب ملک میں اسلام کی تنفیذ
پھر رشوت و چوری نہ یہاں ڈاکے رہیں گے

محروم نہیں ہوگا کوئی ان کی طرح کا
پیاسے جو آثر پاس ہی دریا کے رہیں گے

جس کو بہکانا تھا وہ تو شیخ کی محفل میں ہے

نفس بھی حیران ہے شیطان بھی مشکل میں ہے
جس کو بہکانا تھا وہ تو شیخ کی محفل میں ہے

تھی سکونِ دل کی خاطر خالقِ دل کی تلاش
دل پکارا، دل کا خالق، خود ہی تیرے دل میں ہے

رہروانِ دوربیں پر ہے عیاں یہ راز بھی
منزلِ مقصود پنہاں رہبرِ منزل میں ہے

حاسدین و ناقدیں بھی ہاتھ مل کر رہ گئے
ہاں کمال ایسا ہی میرے مرشدِ کامل میں ہے

نفس و شیطاں، وسوسے، ماحول اور تنہا ضمیر
جس طرح کوئی مجاہد نرغۂ باطل میں ہے

بچے مٹی کھاتے ہیں اور ہم بھی کرتے ہیں گناہ
فرق کیا پھر طفل میں اور بالغ و عاقل میں ہے

کیسا بپھرا کتنا گہرا ہے سمندر عشق کا
اس کو کیا معلوم جو بیٹھا ہوا ساحل میں ہے

اس کرامت کا مجھے اکثر ہوا ہے تجربہ
ہے وہی ان کی زباں پر جو کہ میرے دل میں ہے

رہروانِ شوق کے درجات بھی ہیں مختلف
کوئی گھر میں کوئی رستے میں کوئی منزل میں ہے

طعنِ ماضی چھوڑ دیں اور حال پر خنداں نہ ہوں
درحقیقت یہ دِوانہ فکرِ مستقبل میں ہے

حسنِ عمل کا نام

کب روزِ عید صرف ہے شرب و اکل کا نام
سچ پوچھیئے تو عید ہے حسنِ عمل کا نام

ہوتا ہے ان کی یاد سے شیریں مرا وجود
گویا کہ ذکرِ مولیٰ ہے جوئے عسل کا نام

خارِ مجاہدات سے گزریں تو پائیں گے
سوز و گدازِ عشق ہے الفت کے پھل کا نام

کرنے کے جو بھی کام ہیں وہ آج کیجیے
بھولے سے بھی نہ لیجے کبھی آپ کل کا نام

جس پل میں پل کے ہو جواں اخلاص کا شجر
دراصل زندگی ہے اسی ایک پل کا نام

پانی کے درمیان ہی کھلتا ہے وہ سدا
مشہور ہے جبھی تو جہاں میں کنول کا نام

سنتے ہی اپنا ذکر وہ حاضر نہ ہو کہیں
لیتے نہیں ہیں لوگ جبھی تو اجل کا نام

ہیں عید، موت، ذکرِ خدا جمع اس میں سب
گویا کہ مکس چاٹ ہے میری غزل کا نام

اثرِ عشقِ خدا کا کارخانہ اس کو کہتے ہیں

خوشی قربان کر کے مسکرانا اس کو کہتے ہیں
خدا کے راستے کا غم اٹھانا اس کو کہتے ہیں

بنا جام و سبو کے رِند تیرے مست ہیں ساقی
نگاہوں ہی نگاہوں میں پلانا اس کو کہتے ہیں

کوئی سالک جو کر لے دوستی خود نفس و شیطاں سے
عدو کو اپنے پہلو میں بٹھانا اس کو کہتے ہیں

بھلانا جانِ جاناں کو کسی انجان کی خاطر
خود اپنی جان ہی پر ظلم ڈھانا اس کو کہتے ہیں

نکلتے ہیں یہاں سے سالکیں عشاقِ حق بن کر
اثرِ عشقِ خدا کا کارخانہ اس کو کہتے ہیں

مرا رہنما بھی ہے منفرد

مری منزلیں بھی عجیب ہیں مرا راستہ بھی عجیب ہے
مرا رہنما بھی ہے منفرد مرا قافلہ بھی عجیب ہے

یہاں جو بھی آئے بنے گدا کرے دل فدا کرے جاں فدا
کہ یہ عشقِ حق کا ہے میکدہ سو یہاں نشہ بھی عجیب ہے

ترے قربِ خاص میں وہ مزہ کہ یہ جس کے منہ کو بھی لگ گیا
تو تمام عمر نہ چھٹ سکا کہ یہ ذائقہ بھی عجیب ہے

جو ہیں مجرمیں وہ ہیں عیش میں جو ہیں مخلصیں وہ ہیں قید میں
کہ یہاں جزا بھی عجیب ہے کہ یہاں سزا بھی عجیب ہے

دیا درس جب رہِ عشق کا مجھے عقل والوں نے یوں کہا
کہ ترا عمل بھی اچھوتا ہے ترا مشورہ بھی عجیب ہے

رہِ حق کے جتنے بھی خار ہیں تری آستیں کے وہ مار ہیں
تو انہیں سمجھتا ہے یار ہیں یہ معاملہ بھی عجیب ہے

رہِ حق کا غم جو اٹھا گئے بہ زبانِ حال بتا گئے
کہ مجاہدہ تو شدید تھا سو مشاہدہ بھی عجیب ہے

تو کہ شاہباز ہے اصل میں تجھے کرگسی تو روا نہیں
کہ تری فضا بھی ہے نت نئی کہ تری غذا بھی عجیب ہے

جو کسی کے عشق کا دم بھرے تو زمانے بھر سے وہ کیوں ڈرے
جو خدا کا راستہ طے کرے تو وہ حوصلہ بھی عجیب ہے

تھی خوشی بھی نفس کی سامنے پر آثر نے آپ کا غم لیا
کیا اہلِ عقل نے تبصرہ ترا فیصلہ بھی عجیب ہے

قطعہ

بحکمِ خالقِ گلشن ہی دل کا پھول کھلتا ہے
جو سچ پوچھو خدا کی یاد ہی سے چین ملتا ہے

انہیں ناراض کر کے کیوں خوشی کو ڈھونڈتے ہیں ہم
بغیر ان کی مشیّت، کیا کوئی پتّا بھی ہلتا ہے

دل کے آگے سوال رکھا ہے

غم کو سینے میں پال رکھا ہے
ہم نے گدڑی میں لعل رکھا ہے

بات یہ عقل میں نہیں آتی
عشق میں اعتدال رکھا ہے

کر کے ممنوع دوسروں کا خیال
اس نے کتنا خیال رکھا ہے

دل میں دنیا نہ ہو یہ ہے مقصود
لاکھ جیبوں میں مال رکھا ہے

پیچھے رکھے ہیں دنیوی جھگڑے
آگے فکرِ مآل رکھا ہے

خانۂ دل ہے اک خدا کا گھر
سب بتوں کو نکال رکھا ہے

دل کی مانوں کہ خالقِ دل کی
دل کے آگے سوال رکھا ہے

بھول جاتے ہیں سب حسینوں کو
تجھ میں ایسا جمال رکھا ہے

خدا کے باوفا بندے

غمِ تقویٰ اٹھاتے ہیں خدا کے باوفا بندے
جبھی خوشیاں مناتے ہیں خدا کے باوفا بندے

بباطن چوٹ کھاتے ہیں خدا کے باوفا بندے
بظاہر مسکراتے ہیں خدا کے باوفا بندے

خودی ایسی مٹاتے ہیں خدا کے باوفا بندے
کہ خود کو بھول جاتے ہیں خدا کے باوفا بندے

تقاضا نفس کا ہو جب خلافِ حکمِ جانِ جاں
تو اپنی جاں لڑاتے ہیں خدا کے باوفا بندے

نگاہوں کے مقابل جب بتانِ بے وفا آئیں
نگاہوں کو جھکاتے ہیں خدا کے باوفا بندے

جو یہ چاہے وفاداروں میں داخل ہو وہ یہ سن لے
وفاداری سکھاتے ہیں خدا کے باوفا بندے

یہ مست و شاد رہتے ہیں تمنا کا لہو پی کر
غذائے نور کھاتے ہیں خدا کے باوفا بندے

اشارہ جب ہوا کرتا ہے ان کو جان دینے کا
تو جاں پر کھیل جاتے ہیں خدا کے باوفا بندے

جو ہرجائی ہیں ان کو کیا خبر جنسِ وفا کیا ہے
وفاداروں کو بھاتے ہیں خدا کے باوفا بندے

بتوں کے حسن سے بکتے نہیں ہیں سارے عالم میں
خدا سے دل لگاتے ہیں خدا کے باوفا بندے

برے وقتوں میں جب اہلِ عقیدت منتشر ہوجائیں
وفاداری دکھاتے ہیں خدا کے باوفا بندے

کیا کرتے ہیں جب دعوے آثر گفتار کے غازی
تو آئینہ دکھاتے ہیں خدا کے باوفا بندے

باغی نہیں ہوں میں

عصیاں کا اعتراف ہے طاغی نہیں ہوں میں
مجرم تو ہوں پر اے خدا باغی نہیں ہوں میں

جہد و عمل کی راہ میں کمزور ہوں مگر
عشق و وفا کے باب میں داغی نہیں ہوں میں

کبھی ہو نہیں سکتا

ممکن ہی نہیں ایسا کبھی ہو نہیں سکتا
آنکھوں کا زنا کار ولی ہو نہیں سکتا

جس قلب میں ہو خوفِ الٰہی کا گزر بھی
ہرگز وہ گناہوں پہ جری ہو نہیں سکتا

یاں لاکھ تُو تاویل کرے جرمِ خطا کی
واں حیلے بہانے سے بری ہو نہیں سکتا

بے خود نہ ہوا ہو جو کبھی عشقِ خدا سے
وہ حاملِ اسرارِ خودی ہو نہیں سکتا

نسبت کا کوئی ذرہ بھی ہو قلب میں جس کے
راضی وہ گنہ پر بہ خوشی ہو نہیں سکتا

ہو سکتے نہیں جمع کبھی بخل و ولایت
کنجوس بہر حال ولی ہو نہیں سکتا

ہو عشق و محبت کا عقیدت کا جو پیکر
مرشد کے مقابل وہ فری ہو نہیں سکتا

حاصل ہو جسے اولیاء اللہ کی صحبت
فرمانِ نبی ﷺ ہے وہ شقی ہو نہیں سکتا

جو جان لڑا دے گا وہ جان چھڑا لے گا

جو خود کو محبت میں دیوانہ بنالے گا
عشاق یہ کہتے ہیں محبوب کو پالے گا

خود اس کو خدا اپنا محبوب بنالے گا
جو سانچۂ سنت میں کردار کو ڈھالے گا

ایماں کی حلاوت کو وہ قلب میں پالے گا
دنیا کے حسینوں سے نظریں جو بچالے گا

شیطاں سے لڑائی میں اور نفس سے کشتی میں
جو جان لڑا دے گا وہ جان چھڑا لے گا

چھوڑے گا جو بدنظری غیبت وہ کرے گا کیوں
جو بھینس اٹھا لے گا بکری بھی اٹھا لے گا

گمراہ پھرے گا وہ حسرت کی وادی میں
نیکی کے ارادوں کو جو کل پر ٹالے گا

کل آتشِ دوزخ سے محفوظ رہے گا وہ
اشکوں کے سمندر میں جو آج نہالے گا

جو بیٹھا رہے گا وہ رہ جائے گا بیٹھا ہی
جو راہ چلے گا وہ منزل کو جالے گا

آئیں گے نظر اس کو کس طرح چراغِ شب
جو اپنی نگاہوں کو سورج سے ملا لے گا

طفلِ رہِ مولیٰ تُو چلنے کی تو کوشش کر
گرنے جو لگے گا تو وہ بڑھ کے اٹھا لے گا

خارش جو کرے گا وہ پچھتائے گا آخر کار
پائے گا وہی صحت جو تلخ دوا لے گا

اوروں کو برا کہنا یہ خود ہی برائی ہے
چھینٹوں سے بچے گا کیوں کیچڑ جو اچھالے گا

نظریں جو اٹھائے گا تڑپائے گا وہ دل کو
نظریں جو جھکا لے گا وہ دل کا مزہ لے گا

آج پھر ان کی زیارت کا شرف حاصل ہوا

دیکھتے ہی دیکھتے وہ بالغِ منزل ہوا
راہرو جو پیرو کارِ رہبرِ کامل ہوا

عاشقانِ خالقِ جنت میں جو شامل ہوا
جیتے جی وہ جنت الفردوس میں داخل ہوا

بارگاہِ ایزدی میں پیار کے قابل ہوا
خنجرِ خونِ تمنا سے جو دل بسمل ہوا

اے سوارِ کشتیٔ تقویٰ نہ ہونا مطمئن
ڈوبنے کا حادثہ اکثر لبِ ساحل ہوا

علم حجت ہے مرتب گر نہ ہو اس پر عمل
ہے وہی عالم جو اپنے علم پر عامل ہوا

جب نکالا قلب سے حظِ مراتب کا خیال
تب کہیں جا کر کسی کو مرتبہ حاصل ہوا

منصبِ اشراف سے معزول سمجھا جائے گا
اپنے فرضِ منصبی سے تو اگر غافل ہوا

حوصلے والوں کے حق میں سہل ہے راہِ سلوک
وہ جو کم ہمت ہیں ان کو راستہ مشکل ہوا

جب ہوا دیدار تو مجھ میں نہ تھی تابِ نظر
جب نہیں دیکھا تو پھر بیتاب میرا دل ہوا

جب سے تقویٰ کی حقیقت کھل گئی ہے قلب پر
ارتکابِ معصیت کا خواب بھی مشکل ہوا

آج پھر آنکھوں کی قسمت جاگ اٹھی اے اثرؔ
آج پھر ان کی زیارت کا شرف حاصل ہوا

حقیقت کہنا پڑتی ہے غزل خوانی نہیں ہوتی

اگر پوشیدہ موجِ جذبِ پنہانی نہیں ہوتی
تو میرے عشق کے دریا میں جولانی نہیں ہوتی

کرے دنیائے دوں کے واسطے دینی ضرر اپنا
کسی دانا سے تو ہرگز یہ نادانی نہیں ہوتی

پریشاں ہم کو ہونا چاہیے اس بات پر اے دوست
صدورِ معصیت پر گر پریشانی نہیں ہوتی

بلندی کا تصور بھی محال انسان کو ہوتا
اگر رحمٰن کے قدموں پہ پیشانی نہیں ہوتی

سرِ تسلیم خم کرتے ہیں ان کے حکم کے آگے
خدا کے ماننے والوں سے من مانی نہیں ہوتی

کریں باتیں خدا کی راہ میں قربان ہونے کی
وہ جن سے خواہشِ بد کی بھی قربانی نہیں ہوتی

نگاہ اولیں میں ہی کریں تنقید اوروں پر
مگر خود اپنی حالت پر نظر ثانی نہیں ہوتی

میں اپنے رب کی نافرمانیاں جب دیکھتا ہوں تو
حقیقت کہنا پڑتی ہے غزل خوانی نہیں ہوتی

تعجب ہے مجھے شہباز کی مردہ پرستی پر
غلاظت خوریٔ زاغاں پہ حیرانی نہیں ہوتی

جسے ہو شان پیاری شیخ کی محفل میں آئے کیوں
یہاں اصلاح کی جاتی ہے مہمانی نہیں ہوتی

معطر سونے والوں کو بھی کردیتی ہے شب بھر میں
مقرر گرچہ کوئی رات کی رانی نہیں ہوتی

یہ اہل اللہ ہیں اور حکمرانی دل پہ کرتے ہیں
کہ ان کو احتیاجِ تاجِ سلطانی نہیں ہوتی

اثرؔ بادِ مخالف ہی بلندی کی ضمانت ہے
اگر مشکل نہیں ہوتی تو آسانی نہیں ہوتی

اثرؔ بھی بے اثر رہتا شجر یہ بے ثمر رہتا
اثرؔ پر گر نگاہِ رومیٔ ثانی نہیں ہوتی

آنکھ نادیدہ ہے لیکن قلب نادیدہ نہیں

حق ہے جو عاشقِ مولیٰ کا گرویدہ نہیں
راہِ مولیٰ کی مسافت میں وہ سنجیدہ نہیں

اہلِ طب پر منکشف ہیں جسم کی بیماریاں
اہلِ دل سے روح کے امراض پوشیدہ نہیں

عشق کی تاثیر کے قائل ہیں سب اہلِ خرد
عقل والو فلسفہ یہ خود تراشیدہ نہیں

چشمِ ظاہر سے مرا محبوب تو محجوب ہے
دل کی آنکھوں سے اگر دیکھوں تو پوشیدہ نہیں

زلفِ پیچاں کیلیئے غلطاں و پیچاں کب تلک
پیچ و خم سے بچ کے چل تو راہ پیچیدہ نہیں

جو خلافِ سنتِ سرکار ﷺ ہو ایسا عمل
بارگاہِ رب العزت میں پسندیدہ نہیں

دیکھتے ہیں چشمِ باطن سے اسے اہلِ نظر
آنکھ نادیدہ ہے لیکن قلب نادیدہ نہیں

کل سرِ محشر بہت غمگین ہوگا اے اثرؔ
جو صدورِ معصیت پر آج رنجیدہ نہیں

اگر مرشد نکالے بھی تو تم دہلیز مت چھوڑو

کسی کے عشق میں ڈوبے ابھرنا اس کو کہتے ہیں
محبت کے سمندر میں اترنا اس کو کہتے ہیں

اوامر کو بجا لائیں، نواہی سے کریں پرہیز
خدا کے نام پر جینا و مرنا اس کو کہتے ہیں

کہا کس نے کہ فرطِ خوف سے بیمار ہو جاؤ
گناہوں سے بچو مولیٰ سے ڈرنا اس کو کہتے ہیں

خود اپنی ذات سے بھی آدمی بیگانہ ہوجائے
کسی کے عشق میں حد سے گزرنا اس کو کہتے ہیں

کہو یوں نفس سے میں فجر پڑھ کر سو رہوں گا، پھر
پڑھو اشراق وعدے سے مکرنا اس کو کہتے ہیں

نہ کچھ لینا نہ دینا دیکھ لینا لالچی بن کر
پرائی شے پہ ٹھنڈی آہ بھرنا اس کو کہتے ہیں

زمیں پہ رہ کے آب و گِل کو خاطر میں نہیں لائے
بسوئے آسماں پرواز کرنا اس کو کہتے ہیں

کسی کامل کی صحبت میں مٹادے اپنی ہستی کو
کہ کندن کی طرح تپ کر نکھرنا اس کو کہتے ہیں

اگر مرشد نکالے بھی تو تم دہلیز مت چھوڑو
محبت کی لغت میں دینا دھرنا اس کو کہتے ہیں
بروزِ حشر خوش ہو جائے ہم کو دیکھ کر مولیٰ
حقیقت میں اثر بننا سنورنا اس کو کہتے ہیں

حضرت تھانویؒ کا میں بھی پوتا ہوں

پکارے جب زباں سے کوئی تو دل میں سموتا ہوں
جو میرا ذکر کرتا ہے میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں

وہ اپنی رحم کی آغوش میں لے لیتے ہیں مجھ کو
میں ان کی یاد میں اشکوں کے موتی جب پروتا ہوں

ثمر سے لد رہا ہوگا شجر اک دن ولایت کا
جبھی تو صحبتِ رشکِ چمن کے تخم بوتا ہوں

بتوں کے عشق میں بے چین شب بھر تارے گنتا تھا
خدا سے دوستی کر کے میں میٹھی نیند سوتا ہوں

نہیں آتا ہے ملفوظاتِ مرشد کے سوا کچھ بھی
وہی رٹتا ہوں جو سنتا ہوں گویا کوئی طوطا ہوں

میں اپنے دادا کے مسلک کو پھیلاؤں گا دنیا میں
نہ کیوں ایسا ہو حضرت تھانویؒ کا میں بھی پوتا ہوں

دنیا کا تعارف

یہ دنیا بے وفا ہے یہ حقیقت کائناتی ہے
بہت ہی جلد اپنے عاشقوں کو بھول جاتی ہے

بہت نزدیک آتی ہے بڑی پینگیں بڑھاتی ہے
مگر پھر دیکھتے ہی دیکھتے دامن چھڑاتی ہے

جو ناداں ہیں وہ کھو جاتے ہیں اسکی رنگ رلیوں میں
یہ بڑھیا ہے مگر رشکِ دلہن خود کو سجاتی ہے

سراپا ناز اپنے طالبوں سے بھاگتی ہے دور
جو اس سے بھاگتے ہیں خود یہ ان کے پاس آتی ہے

جو اس کے ہاتھ جوڑے مارتی ہے اس کے منہ پر لات
جو پیروں سے اسے مارے اسے سر پر بٹھاتی ہے

یہ جنت کافروں کی قید خانہ ہے مسلماں کا
عدو پر مہرباں ہے اور ستم اپنوں پہ ڈھاتی ہے

کسی خاوند نے اس کو نہیں دی ہے طلاق اب تک
یہ دھوکے باز ہے ایسی کہ خود ہی چھوڑ جاتی ہے

نہ جانے کتنے اہلِ عقل دھوکہ کھا چکے اب تک
دکھا کر حسنِ فانی جال میں اپنے پھنساتی ہے

کسی کی ہو نہیں سکتی یہ ہرجائی ہے ہرجائی
دغا دیتی ہے اک کو دوسرے کے پاس جاتی ہے

اثر دنیا کی رنگینی سے دھوکے میں نہ آجانا
زمانے میں بہت مشہور اس کی بے ثباتی ہے

جو اہلِ درد ہوتا ہے

پریشاں بال ہوتا ہے بہ روئے زرد ہوتا ہے
جو اہلِ عشق ہوتا ہے جو اہلِ درد ہوتا ہے

وہ جس کو ذکر سے غافل نہیں کرتی خرید و بیع
وہی مومن خدا کے راستے کا مرد ہوتا ہے

بلاتا ہے جو خالق کی طرف دردِ محبت سے
حقیقت میں وہی مخلوق کا ہمدرد ہوتا ہے

مجازی عشق کی گرمی جوانی تک ہے بس محدود
جو چہرہ زرد ہوتا ہے تو عاشق سرد ہوتا ہے

اجتنابِ معصیت کا آج وعدہ کیجئے

صرف کانوں ہی تلک مت استفادہ کیجئے
زندگی تبدیل کرنے کا ارادہ کیجئے

کب تلک تاخیر آخر نفس کی اصلاح میں
اجتنابِ معصیت کا آج وعدہ کیجئے

کھایئے کم آپ طاقت کے لئے کشتے مگر
زہر سے پرہیز کی کوشش زیادہ کیجئے

کارِ دنیا میں تو بے شک رشکِ شیرِ نر ہیں آپ
راہِ حق میں خود کو کیوں روباہِ مادہ کیجئے

منزلِ مقصود بھی مل جائے گی لیکن اخترؔ
آپ پہلے راہ چلنے کا ارادہ کیجئے

جبکہ اہل اللہ سی صورت بنا لی آپ نے
اے اخترؔ بدنام مت ان کا لبادہ کیجئے

اصلاحی شاعری مرا اسلوب ہوگیا

اک منتخب کی ذات سے منسوب ہوگیا
یوں مرا انتخاب بہت خوب ہوگیا

عاشق بنا جو سنتِ خیرالانامﷺ کا
وہ ربِ کائنات کا محبوب ہوگیا

اس کو نصیب ہوگئی معراجِ عاشقی
محبوب کی نظر میں جو محبوب ہوگیا

ڈھونڈا کبھی تو تشنہ لبوں کو خود آب نے
طالب بھی بعض وقت میں مطلوب ہوگیا

عارف کا قلب معدنِ تقویٰ ہے جب ہی میں
تقویٰ کی ایک کان سے منسوب ہوگیا

اس چشمِ مستِ ناز سے پینے لگا ہوں میں
گویا کہ عشقِ شیخ ہی مشروب ہوگیا

جب سے ہوا ہے مصلحِ کامل سے رابطہ
اصلاحی شاعری مرا اسلوب ہوگیا

تجھ پر یہ اہلِ عقل کا الزام ہے اخترؔ
تو بھی کسی کے عشق میں مغلوب ہوگیا

روح جس وقت تن سے جدا ہوتی ہے

صحتِ روح ان کو عطا ہوتی ہے
طاعت و ذکر جن کی غذا ہوتی ہے

منزلِ راہرو زیرِ پا ہوتی ہے
دل میں جب عظَمتِ رہنما ہوتی ہے

جو ہے فرزانہ بنتا ہے دیوانہ وہ
عقل جب عشق میں مبتلا ہوتی ہے

عاشقِ شاہِ ابرار ﷺ کی زندگی
حسنِ سنت سے آراستہ ہوتی ہے

اُن کے قدموں پہ رکھتا ہے جب اپنا سر
رفعتِ عبد کی انتہا ہوتی ہے

اہل نسبت سے منسوب سالک رہے
تب کہیں جا کے نسبت عطا ہوتی ہے

قربتِ شیخ ہی ہے مسائل کا حل
ان کی فرقت بڑا مسئلہ ہوتی ہے

خاتمہ عشقِ لیلیٰ کا ہوجائے جب
عشقِ مولیٰ کی تب ابتدا ہوتی ہے

خواہشِ بد کا جب خوں بہا دے کوئی
ذاتِ حق آپ خود خوں بہا ہوتی ہے

وہ جو مایوس تھے صحتِ روح سے
ان مریضوں کو بھی یاں شفا ہوتی ہے

تب کہیں جا کے اڑتی ہے خوشبوئے درد
جان جب عشق میں سوختہ ہوتی ہے

کار، بنگلہ، موبائل دھرے رہتے ہیں
روح جس وقت تن سے جدا ہوتی ہے

جب لذائذ کا خالق ہی ناراض ہو
سچ یہ ہے زندگی بے مزہ ہوتی ہے

ہو جو لہو و لعب سے یہاں مجتنب
اس کو حاصل وہاں لاعبہ ہوتی ہے

کھینچ لیتی ہے پہلو سے دل اے اثرؔ
صحبتِ اہلِ دل دلربا ہوتی ہے

عید

جانثاروں کی عید ہوتی ہے
رب کے پیاروں ہوتی ہے

روزہ خوروں کو آئے لذت کیا
روزہ داروں کی عید ہوتی ہے

قلبِ فاسق ہے خُود عذابوں میں
نیک کاروں کی عید ہوتی ہے

جن میں رہتے ہیں اہلِ ایماں خوش
ان نظاروں کی عید ہوتی ہے

دل پہ کھاتے ہیں زخم رب کے لئے
دل فگاروں کی عید ہوتی ہے

پڑھتے رہتے ہیں کلمہ ثالث
حق شعاروں کی عید ہوتی ہے

غم کو جو بانٹتے ہیں خوش ہو کر
غم گساروں کی عید ہوتی ہے

الارادۃُ ترک الارادہ

کسی کامل کے ہاتھوں موت سے پہلے ہی مرنے کا
مریدی نام ہے اپنے ارادے ترک کرنے کا

اسے اس عزم کے بدلے میں سو سو جان ملتی ہے
اثرؔ جس نے ارادہ کرلیا جاں سے گزرنے کا

گناہوں کے تصور سے بھی دل اپنا لرز جائے
یہی مقصد ہے میرے دوستو مولیٰ سے ڈرنے کا

جلوگے کب تلک یوں آتشِ عشقِ مجازی میں
کہو کیا فائدہ ہے ٹھنڈی آہ بھرنے کا

وہ جس نے زندگی دی ہے اسی محسن پہ مر جائیں
مزہ ہم چاہتے ہیں واقعی گر جینے مرنے کا

سکونِ منزلِ مقصود ہرگز پا نہیں سکتا
جو عادی ہوگیا ہے سائبانوں میں ٹھہرنے کا

جو ہے مجذوب وہ پرواز کرتا ہے بلندی پر
اسے موقع نہیں ملتا کبھی نیچے اترنے کا

شیاطینِ زمانہ بھی ہمارا کیا بگاڑیں گے
اگر ہم نے تہیہ کر لیا ہے خود سنورنے کا

کہا محبوب نے محبوب کی صورت میں آجاؤ
ہمارے پاس موقع ہے ابھی بننے سنورنے کا

آثر تم ڈوب جاؤ عشقِ مرشد کے سمندر میں
یہی رستہ ہے سطحِ قربِ مولیٰ میں ابھرنے کا

حسنِ رفتہ کی میت

نہ اب ان کے رخسار ہی پرکشش ہیں
نہ تعریفِ غازہ کو جی چاہتا ہے

رکھی ہے آثر حسنِ رفتہ کی میت
نمازِ جنازہ کو جی چاہتا ہے

جیسے انگریز کا پیوند مسلمان کے ساتھ

دشمنی جتنی رہے گی تری شیطان کے ساتھ
دوستی اتنی ہی بڑھ جائے گی رحمٰن کے ساتھ

سال کے بارہ مہینے وہ ہمارا رب ہے
بندگی کیا کوئی مخصوص ہے رمضان کے ساتھ

عید کا چاند نظر آتے ہی مسجد کو سلام
ہم بھی آزاد ہوئے جاتے ہیں شیطان کے ساتھ

اس مہینے میں ہی قرآن ہوا تھا نازل
اس مہینے کو بڑا ربط ہے قرآن کے ساتھ

تب کہیں خوشیاں منائیں گے خدا کے بندے
قبر میں جبکہ چلے جائیں گے ایمان کے ساتھ

رخ پہ ڈاڑھی ہو تو پتلون عجب لگتی ہے
جیسے انگریز کا پیوند مسلمان کے ساتھ

اس سے بہتر تو ہوا کرتا ہے دانا دشمن
دوستی اچھی نہیں ہوتی ہے نادان کے ساتھ

خود تو ڈوبیں گے سفینے کو بھی لے ڈوبیں گے
وہ جو ٹکرانا نہیں جانتے طوفان کے ساتھ

جانِ جاناں سے جو انجان ہیں جانیں اب تک
جان لیں وہ کہ بڑا ظلم ہے یہ جان کے ساتھ

کالے بالوں میں چھپی کالی بلا ہے سن لو
ہے پریشانی لگی زلفِ پریشان کے ساتھ

آخری سانس تلک خود کو مزکیٰ نہ سمجھ
نفس و شیطان لگے رہتے ہیں انسان کے ساتھ

کشتیٔ نوحِ زمانہ میں نہ آؤ گے اگر
تم بھی بہہ جاؤ گے ماحول کے طوفان کے ساتھ

جو یہاں آئے تھے امراضِ وساوس لے کر
لوٹتے ہیں وہی کیفیتِ احسان کے ساتھ

اب تو ڈاڑھی بھی نہیں مانعِ شہوت اے دوست
آنکھ ہر گز نہ اٹھا نفس کے میلان کے ساتھ

اپنے خالق پہ ہوں سب خواہش و ارمان فدا
آؤ سمجھوتہ کریں خواہش و ارمان کے ساتھ

صرف برکت کے لئے طاق میں رکھے رہنا
خود ہی کہیے کہ یہ انصاف ہے قرآن کے ساتھ

ذاتِ باقی پہ جو مرتے ہیں ہر اک لحظہ اخؔتر
دارِ فانی میں وہ جیتے ہیں بڑی شان کے ساتھ

مگر قابلِ اقتدا بھی نہیں ہیں

جو خاصانِ حق ہیں خدا بھی نہیں ہیں
مگر وہ خدا سے جدا بھی نہیں ہیں

نہیں مہر ہیں مہرِ تاباں کی کرنیں
مگر مہر سے وہ جدا بھی نہیں ہیں

نہیں زاہدِ خشک گمراہ گرچہ
مگر قابلِ اقتدا بھی نہیں ہیں

تعجب ہے منزل کی ہم کو طلب ہے
مگر راہبر پر فدا بھی نہیں ہیں

کوئی دامِ الفت میں پھنس جائے ان کے
اثر اس قدر خوش ادا بھی نہیں ہیں

مولانا منصور الحق ناصؔر صاحب مدظلہ کے کلام پر کی گئی تضمین

سناتا ہے کوئی ریاضت کے قصے بتاتا ہے کوئی عبادت کی باتیں
مگر میرے مرشد نے پھیلائیں دنیا میں قلب و نظر کی حفاظت کی باتیں

حسینانِ فانی کی جھرمٹ جہاں ہے وہیں اصل میں نفس کا امتحاں ہے
وہاں یاد رہتے نہیں کس لئے پھر امامت کا منصب خطابت کی باتیں

یغضومن ابصارھم کی تلاوت تو کرتے تھے پہلے بھی ہم لوگ لیکن
مرے شیخ ہی نے خیانت چھڑائی سکھائیں امانت دیانت کی باتیں

ہیں گندے مقامات بس ان کا حاصل، ہے یہ شاعرانِ مجازی کی منزل
ہیں شعروں میں پوشیدہ شہوت کے قصے غزل میں چھپی ہیں غلاظت کی باتیں

اگر رزق مالک نہ دے چند دن تو تُو کرتا ہے آہ و فغاں اپنے رب سے
مگر بطن جب سیر ہو جائے تیرا تو پھر سوجھتی ہیں شرارت کی باتیں

نہ اشکِ ندامت نہ توفیقِ توبہ بنا ہے فقط نفس و شیطاں کا بندہ
بتا کیا یہ ہے بابا آدم کا اُسوہ بتا کیا یہ ہیں آدمیت کی باتیں

ترے دست پر وہ اگر دست کر دے کہ دستِ طلب کو غلاظت سے بھر دے
تو کھل جائیں تجھ پر بھی معشوقِ فانی کی آلائشوں کی عفونت کی باتیں

یہ کیسا مزہ ہے مزی جس سے آئے ہو ناپاک یا پھر وضو ٹوٹ جائے
فقط مردہ لاشوں سے جو دل لگائے تو سمجھے گا کیا وہ حلاوت کی باتیں

بظاہر نہایت فصاحت بلاغت ورق چاندی کا ہے پہ اندر غلاظت
جناب آپ گویا کہ کرنے لگے ہیں غزل میں بھی غسلِ جنابت کی باتیں

وہی تو حقیقت میں ہے عقل والا نظر جس کی ہر وقت انجام پر ہو
جو ہیں عارضی عیش و لذت کی باتیں وہ ہیں دائمی شرم وذلت کی باتیں

جہاں پر کہ نمکین چہروں کی ڈش ہو نگاہوں کے آگے رنگا رنگ فِش ہو
لپٹنے کی خواہش ہو دل میں کشش ہو وہاں پر ہے پرہیز ہمت کی باتیں

کوئی سوچے سمجھے نہیں ہیں یہ فقرے فلک سے یہ ہیں قلبِ مرشد میں اترے
کہ دہلی و لکھنؤ کو حیرت میں ڈالیں فصاحت کے جملے بلاغت کی باتیں

تو یہ جانتا ہے بہت جلد تجھ کو خدا کی عدالت میں ہونا ہے حاضر
ابھی سے تو کس طرح کرتا ہے آخر لیاقت کے دعوے فضیلت کی باتیں

سلوک و تصوف کا حاصل یہی ہے کہ ہستی کو تو پیشِ مرشد مٹادے
کہ راہِ طریقت میں شرکِ خفی ہیں اجازت کی خواہش خلافت کی باتیں

جو سنجیدہ ہوں تو کوئی گدگدا دے میں لے دے کے کیسے رہوں خود بتا دے
مرا ذوق تو عاشقانہ ہے پیارے تجھے ہوں مبارک متانت کی باتیں

اب عقل و خرد سے بھی بیگانہ ہے یہ کسی کی محبت میں دیوانہ ہے یہ
اثر کے لئے بے اثر ہیں اے ناقد اہانت کے فقرے ملامت کی باتیں

پیش کر دیجئے جگر صاحب

دیکھئے مت اِدھر اُدھر صاحب
نیچی کر لیجئے نظر صاحب

نشترِ راہِ حق ہے غضِ بصر
پیش کر دیجئے جگر صاحب

حسن کا جھڑ گیا نمک جوں ہی
چھوڑ کر چل دیئے کدھر صاحب

دل میں کیونکر بتوں کو رکھا ہے
دل تو اللہ کا ہے گھر صاحب

جس نے ہم کو نظر عطا کی ہے
وہ نظر پھیر لے اگر صاحب

بدنگاہی جو دن کو کرتے ہیں
وہ تڑپتے ہیں رات بھر صاحب

جان دے دی مگر شراب نہ پی
ایسے تائب ہوئے جگر صاحب

ہم پہ منزل بھی رشک کرتی ہے
ایسا پایا ہے راہبر صاحب

اپنی رائے کو ہم فنا کردیں؟
کہیئے کیا رائے ہے اثر صاحب

یقیناً وہ شاہین اقبال ہوگا

اسے کیوں نہ حاصل پھر اقبال ہوگا جو راہِ محبت میں پامال ہوگا

مری زندگی کو یہ غم کھا رہا ہے نہ جانے سرِ حشر کیا حال ہوگا

جو دنیا میں بندوں کے حق کو دبائے وہی روزِ محشر میں کنگال ہوگا

اگر حال والوں سے نسبت رہے گی ترا حال بہتر بہر حال ہوگا

سکونِ دل و جاں خریدے گا کیسے ترے پاس مانا بہت مال ہوگا

غنا کی طلب ہے تو لے لے فقیری کہ پوشیدہ گدڑی میں ہی لعل ہوگا

اٹھائے گا دنیا میں جو ان کے غم کو وہی جا کے جنت میں خوشحال ہوگا

اگر دل میں غیروں کی تصویر ہو گی تو گویا کہ آئینے میں بال ہوگا

قناعت کرے گا نہ راہِ خدا میں ولی قطب پھر غوث و ابدال ہوگا

کسی سال ترکِ معاصی بھی کردے آخر حج و عمرہ تو ہر سال ہوگا

لٹادے جو تیرے اشارے پر جاں تک یقیناً وہ شاہین اقبال ہوگا

مرے سامنے خالقِ حور ہے

بہت غم اٹھا کر بھی مسرور ہے — آثر اپنی عادت سے مجبور ہے

جو مل جائے بدلے میں وہ جانِ جاں — مجھے جان سے جانا منظور ہے

سو دونوں پہ لعنت ہے سرکارﷺ کی — بتوں کا جو ناظر ہے منظور ہے

مجھے حسنِ فانی سے کیا واسطہ — مرے سامنے خالقِ حور ہے

ابھی تو چلا ہے فقط چند گام — ابھی تیری منزل بہت دور ہے

زمانے میں عشقِ الٰہی ہو عام — یہ اہلِ محبت کا منشور ہے

اگر صرف شہرت ہے پیشِ نظر — تو ابلیس سا کون مشہور ہے

بہت جلد ابھرے گا عکسِ جمیل — ترا شیشۂ دل اگر چُور ہے

مرا ذکر سن کر بتوں نے کہا — آثر وہ جو بد خلق و مغرور ہے

جو ناصر ہے دینِ مبیں کا آثر — وہی دونوں عالم میں منصور ہے

اسیر کمندِ ہوا

اپنی نظروں میں جو پارسا ہے ابھی
وہ اسیرِ کمندِ ہوا ہے ابھی

طفلِ مکتب ہے وہ کھیلتا ہے ابھی
جو گرفتارِ خوئے انا ہے ابھی

راحت و عیش کو ڈھونڈتا ہے ابھی
کوچۂ عشق میں تُو نیا ہے ابھی

عشقِ مولیٰ سے سودا ہوا ہے ابھی
حسنِ لیلیٰ کا کیا بیچتا ہے ابھی

منزلِ عشقِ حق میں نیا ہے ابھی
خضر سے راستہ پوچھتا ہے ابھی

شوق کچھ دیکھنے کا بڑھا ہے ابھی
نام لذت کا تُونے سنا ہے ابھی

اہلِ لذت کو بس دیکھتا ہے ابھی
تیرے منہ میں نہیں ذائقہ ہے ابھی

سیر ہوگا، تو کیا حال ہوگا ترا
پھل محبت کا تُونے چکھا ہے ابھی

آگے کیونکر بڑھے گا رہِ عشق میں
پیچھے مڑ مڑ کے جو دیکھتا ہے ابھی

لذتوں کا جو خالق ہے ناراض ہے
زندگی اس لئے بے مزہ ہے ابھی

کیسے خوشیاں منائے کوئی راہرو
جب سفر ہی میں یہ قافلہ ہے ابھی

عشق مولیٰ کے کیا خواب دیکھے بھلا
حبِ دنیا میں جو مبتلا ہے ابھی

اہلِ دل دیکھ لیتے ہیں لیکن اسے
سات پردوں میں گو وہ چھپا ہے ابھی

وہ خدا کی محبت کے قابل نہیں
جو بتوں کی طرف دیکھتا ہے ابھی

منتہائے تلذذ سے مسرور ہوں
اے آثر عشق کی ابتدا ہے ابھی

عرشِ اعظم کے دروازے کھلنے لگے
تونے مانگی آثر کیا دعا ہے ابھی

محبت کا اثر

ہر شخص جو آپس میں یہاں شیر و شکر ہے
یہ حضرتِ اقدس کی محبت کا اثر ہے

مالی کی کرامت ہے یہ فیضانِ شجر ہے
حاصل جو ہر اک شاخ کو نسبت کا ثمر ہے

جو منزلِ مقصود ہے عقبیٰ کا سفر ہے
دنیا تو مرے دوستو اک راہ گزر ہے

احسان ہے انعام ملا اُن سے اگر ہے
ہرگز نہ سمجھنا کہ یہ محنت کا ثمر ہے

تکمیل کی جانب ہے رواں طالبِ ناقص
یہ مرشدِ کامل کی توجہ ہے نظر ہے

سو فیصدی دعویٰ ہے محبت کا ولیکن
میزانِ اطاعت پہ جو تولیں تو صفر ہے

کھاتے ہیں رہِ عشق میں ہر گام پہ نشتر
دنیا میں فقط اہلِ محبت کا جگر ہے

خارِ رہِ دنیا سے جو دامن کو بچا لے
عقبیٰ میں اسی کے لئے جنت کا ثمر ہے

اس دل میں بھلا کیسے بساؤں میں بتوں کو
یہ دل تو مرے دوستو اللہ کا گھر ہے

در چھوڑ کے جائیں تو کہاں جائیں بھکاری
ملتا ہے جہاں سے وہ فقط ایک ہی در ہے

اخترؔ جسے کہتے ہیں سبھی اہلِ زمانہ
وہ غیرتِ خورشید ہے وہ رشکِ قمر ہے

تاثیر کسی آہِ مؤثر کی ہے واللہ
جب ہی تو اثرؔ آپ کی آہوں میں اثر ہے

وہ کس سے مانگتا ہے جو اہلِ مزار ہے

اے دوست جس کا ترکِ معاصی شعار ہے
سب سے بڑا وہ شخص عبادت گزار ہے

دنیا میں جو بھی عشقِ بتاں کا شکار ہے
بدنام ہے ذلیل ہے رسوا ہے خوار ہے

دینِ مبین جس کے لئے وجہِ عار ہے
کیا کیجئے کہ اس کے مقدر میں نار ہے

عزم و ارادہ ولولہ دعویٰ تو ہے مگر
جہد و عمل کا مجھ کو ابھی انتظار ہے

حسنِ بتاں میں چین و سکوں ڈھونڈتا ہے تُو
فصلِ خزاں میں تجھ کو تلاشِ بہار ہے

تُو تو سوال کرتا ہے اہلِ مزار سے
وہ کس سے مانگتا ہے جو اہلِ مزار ہے

ملتی ہے نقد خالقِ خلدِ بریں کی ذات
یہ ٹھیک ہے کہ خلدِ بریں تو ادھار ہے

پھر اس میں ذاتِ زندہ حقیقی سمائے کیوں
وہ جس کا قلب حسنِ بتاں کا مزار ہے

ان کی گدائی اہلِ مقدر کا ہے نصیب
ان کی غلامی باعثِ صد افتخار ہے

افعالِ لعنتی سے بھی لازم ہے اجتناب
جس کو تلاشِ رحمتِ پروردگار ہے

دامن بچا کے جانب گلشن چلو آثر
یاں ہر قدم پہ عشقِ مجازی کا خار ہے

ملفوظِ مرشد بصورتِ شعر

ترے چہرے پہ گر داڑھی رہے گی
خدا کی دوستی گاڑھی رہے گی

کچھ بھی نہیں

غمِ حبیب کا یارا نہیں تو کچھ بھی نہیں
خوشی کا قتل گوارا نہیں تو کچھ بھی نہیں

جو کیف و مستی و نعرہ نہیں تو کچھ بھی نہیں
تمھارے عشق کا مارا نہیں تو کچھ بھی نہیں

مری طرف سے تو حاضر ہے جان بھی لیکن
تری طرف سے اشارہ نہیں تو کچھ بھی نہیں

تمام اہلِ جہاں کی اعانتیں تسلیم
تری مدد کا سہارا نہیں تو کچھ بھی نہیں

مقامِ جنت الفردوس ہے حسیں لیکن
تمھارے رُخ کا نظارہ نہیں تو کچھ بھی نہیں

زمانے بھر کی حکومت سے فائدہ کیا ہے
جو اپنے دل پہ اجارہ نہیں تو کچھ بھی نہیں

مشاہدات کی خواہش بہت مبارک ہو
مجاہدات گوارا نہیں تو کچھ بھی نہیں

وہ کُل جہان میں محبوب ہو تو کیا حاصل
جو ان کے پیاروں کا پیارا نہیں تو کچھ بھی نہیں

راہِ تقویٰ کے مسافر کو مزہ آجائے گا

خالقِ لذات کی جب ذات کو پاجائے گا
راہِ تقویٰ کے مسافر کو مزہ آجائے گا

خانقاہِ حضرتِ اقدس میں جو آجائے گا
گرچہ ہو روتا ہوا واپس وہ ہنستا جائے گا

منزلِ مولیٰ کی خوشبو مست کرتی جائے گی
جس قدر سالک رہِ تقویٰ میں بڑھتا جائے گا

نفس کی گردن پہ جس نے رکھ دیا اپنا قدم
وہ یقیناً خالقِ انفاس کو پا جائے گا

اے خدا گر آپ کر دیں سب خطاؤں کو معاف
کام بن جائے گا میرا آپ کا کیا جائے گا

جان لیں اہلِ طریقت دل ہے ایسا آئینہ
جس قدر رگڑائی ہوگی یہ نکھرتا جائے گا

ہم اگر بگڑی بنانے والے کو راضی کریں
خود بخود بگڑا ہوا ہر کام بنتا جائے گا

رکھ دیا ہم نے بھی راہِ عشق میں اپنا قدم
ساتھ ہے ذوقِ جنوں جو ہوگا دیکھا جائے گا

جب بلائیں گے اے نفسِ مطمئنۃ اِرجعی
عاشقِ حق جھومتا اور رقص کرتا جائے گا

جس پہ مولیٰ کی محبت چھا گئی ہے اے اؔثر
دیکھتے ہی دیکھتے عالم پہ وہ چھا جائے گا

ایماں کی شیرینی

پیشِ حسیں نگاہ کو جب پست کردیا
ایماں کی شیرینی نے مجھے مست کردیا

وہ ناقص ہے جو اپنے حال سے مغلوب ہو جائے

کسی اللہ والے سے اگر منسوب ہو جائے
تو پھر واللہ عند اللہ تُو محبوب ہو جائے

جو کامل ہیں وہ سب حالات پر غالب ہی رہتے ہیں
وہ ناقص ہے جو اپنے حال سے مغلوب ہو جائے

یقیناً خالقِ زر سے تعلق ہے سے وہ محروم
جو اہلِ زر کے مال و جاہ سے مرعوب ہو جائے

مقابل کافروں کے انکساری زہرِ قاتل ہے
اگر ضارب نہ ہو مؤمن تو پھر مضروب ہو جائے

اسے پھر عیب اوروں کا دکھائی کس طرح دے گا
اگر اپنی نگاہوں میں کوئی معیوب ہو جائے

وہ محبوبِ حقیقی دل میں کیونکر جلوہ فرما ہو
گناہوں کی بدولت گر کوئی محجوب ہو جائے

وہاں سے نیک صحبت کی طرف ہجرت ضروری ہے
معاصی سے جہاں ساری فضا مرطوب ہو جائے

شریعت پر عمل اتنا کہ بن جائے طبیعت وہ
سلوک اس طرح طے ہو آدمی مجذوب ہو جائے

لغت عاجز خرد حیرت زدہ ہے

خدا کے نام میں ایسا مزہ ہے
کہ ہفت اقلیم بھی کیا بیچتا ہے

تو ہی ہے خالقِ لذاتِ عالم
ترے بِن سارا عالم بے مزہ ہے

ہے تیرا نام رشکِ شیر و شکر
تو رشکِ روح افزا جاں فزا ہے

مسمیٰ کس قدر پر کیف ہوگا
جب اس کے اسم میں ایسا مزہ ہے

وہ ترشی کیا نہ اترے تیغ سے بھی
تمھارے عشق کا ایسا نشہ ہے

عجب ہے عشقِ مولیٰ کی کرامت
لغت عاجز خرد حیرت زدہ ہے

جو تیری دید سے رہ جائے محروم
نہیں اس سے بڑی کوئی سزا ہے

مری خواہش تری مرضی کے تابع
مجھے منظور بس تیری رضا ہے

گرفتارِ عذابِ نار ہے وہ
بتوں کے عشق میں جو مبتلا ہے

ہیں ہرجائی سب عشاقِ مجازی
ترا عاشق مگر اہل وفا ہے

کبائر کا تصور غیر ممکن
کہ غفلت بھی ولایت میں خطا ہے

تُو اخترؔ ہے مگر رشکِ قمر ہے
ترے آگے بھلا خورشید کیا ہے

مرے عشقِ نبی ﷺ کا مسئلہ ہے

نجاتِ دائمی کا مسئلہ ہے
حیاتِ اخروی کا مسئلہ ہے

بہت سے مبتدی کو لے کے اڑنا
یہ تنہا منتہی کا مسئلہ ہے

غمِ فانی اٹھا لو اس لئے تم
ہمیشہ کی خوشی کا مسئلہ ہے

مری ڈاڑھی پہ مت تنقید کرنا
مرے عشقِ نبی ﷺ کا مسئلہ ہے

غلط کہتے ہیں یہ اہلِ طریقت
شریعت مولوی کا مسئلہ ہے

ہمارے راہبر ہیں رشکِ منزل
تو پھر کیا رہروی کا مسئلہ ہے

ادھر بھی اک نظر کر دے مسیحا
کسی کی زندگی کا مسئلہ ہے

نہیں کرتے سرِ تسلیم خم کیوں
یہ شاید خود سری کا مسئلہ ہے

بتوں سے دشمنی یوں ہی نہ مولی
خدا کی دوستی کا مسئلہ ہے

خودی کا فلسفہ تم کو مبارک
ہماری بے خودی کا مسئلہ ہے

نظر یوں چاند چہرے سے ہٹا لی
کہ دل کی چاندنی کا مسئلہ ہے

تمھاری عقل تک کیا ہو رسائی
مری دیوانگی کا مسئلہ ہے

بہت سے پتھروں میں زیرِ غور اب
بشر کی بے حسی کا مسئلہ ہے

وہ ہنستے کو رلا دیں گے وہ روتے کو ہنسا دیں گے

جو مومن مرد و زن حسنِ عمل کا گل کھلا دیں گے
انہیں بے شک مرے مولیٰ حیاتِ طیبہ دیں گے

کرے اعراض ذکرِ حق سے جو یعنی بنے عاصی
تو دنیا تلخ کر دی جائے گی ایسی سزا دیں گے

بیاں سے بھی جو باہر ہو قلم بھی جس سے عاجز ہو
وہ اپنے نام لیواؤں کو اک ایسا مزہ دیں گے

خدا کے قرب سے ہوجائے گا دل باغ باغ ان کا
جو رُخ پر سنتِ سرکارﷺ کا سبزہ اگا دیں گے

وہ تاج و تختِ شاہی کو بھی خاطر میں نہ لائے گا
جسے وہ اپنے قربِ خاص کی لذت چکھا دیں گے

جو غافل ہو لرز جائے جو خائف ہو بندھے امید
وہ ہنستے کو رلا دیں گے وہ روتے کو ہنسا دیں گے

وہی چمکیں گے مثلِ آفتابِ نیم روز اک دن
جو پیشِ شیخِ کامل اپنی ہستی کو مٹادیں گے

اگرچہ غم کا طوفاں ہے چلیں مرشد کی خدمت میں
ہوا ہوجائیں گے سب غم جونہی وہ مسکرا دیں گے

خدا کی ذات از خود خوں بہا بن جائے گی ان کی
کہ بندے خواہشاتِ نفس کا جب خوں بہا دیں گے

آخر المختصر آنکھیں کھلی رہ جائیں گی اپنی
بھلا کیا کیا بتائیں ہم کہ وہ کیا کیا جزا دیں گے

ہیں رزق کی تلاش میں رازق کو چھوڑ کر
مخلوق سے امید ہے خالق کو چھوڑ کر

اپنے مرشد کا جوں ہی خیال آگیا

قلب میں پیکرِ لازوال آگیا
قوال والوں کو جب ہی تو حال آگیا

اسکا ظاہر بھی سنت سے روشن ہوا
جس کے باطن میں سوزِ بلال آگیا

ناقصینِ زماں ماہر فن بنے
ہر ہنر میں لئے وہ کمال آگیا

اب کسی شکل پہ ٹھہرے کیونکر نظر
دل میں اک پیکرِ بے مثال آگیا

رکھو دوزخ کے انگارے پیشِ نظر
سامنے جب کوئی سرخ گال آگیا

رنج وغم کا کہیں نام باقی نہ تھا
تیری محفل سے ہو کر نہال آگیا

روح جگمگ ہوئی دل منور ہوا
اپنے مرشد کا جوں ہی خیال آگیا

بھاگے عشاق دنیا کے مثلِ حمار
حسن فانی پہ جوں ہی زوال آگیا

عشق تو ہے جنونِ محبت کا نام
کیا کہا ؟ عشق میں اعتدال آگیا

دل سے اس کا ہٹانا قریب المحال
آئینے میں اگر دل کے بال آگیا

کثرتِ ذکر سے خشکی جب بڑھ گئی
وہ یہ سمجھے کہ ان کو جلال آگیا

صورتِ مجنوں

فی الفور سمتِ خالق لیلیٰ نکل پڑو
دیوانہ وار راہِ محبت میں چل پڑو

ڈھیلے کی طرح ڈھیلے نہ بن کر پڑے رہو
دریا کی مثل موج میں آؤ اُبل پڑو

عاقل کی طرح سوچ سمجھ کر نہ سو رہو
عاشق کی طرح وجد میں آؤ اچھل پڑو

شمع سے تم نے عشق کا دعویٰ تو کردیا
پروانے سے سبق لو محبت میں جل پڑو

تحریصِ منتہائے ولایت بجا مگر
پہلی یہ شرط ہے رہِ تقویٰ پہ چل پڑو

بنتے ہیں سدِ راہ یہی بت خدا گواہ
نظریں جھکا کے جانبِ منزل نکل پڑو

شمع کی طرح عمر بھر جلتا رہا ہوں میں

ہر گام دل میں فکرِ سفر پا رہا ہوں میں
دنیا سے آخرت کی طرف جا رہا ہوں میں

ناکام ہو کے رہ گئی سازش ہواؤں کی
مانند خوشبوؤں کے بکھرتا رہا ہوں میں

تب جا کے رشکِ گل کی رسائی ہوئی نصیب
اک عمر خار زار پہ چلتا رہا ہوں میں

تیری سمجھ میں آ نہیں سکتا جہانِ روح
یہ بات اپنے نفس کو سمجھا رہا ہوں میں

سوئے معاملات کی تصویر دیکھ کر
حسنِ تعلقات پہ پچھتا رہا ہوں میں

پروانہ ایک آن میں جاں سے گزر گیا
شمع کی طرح عمر بھر جلتا رہا ہوں میں

ناکامیاں نہ روک سکیں میرا راستہ
گرتا رہا ہوں اور سنبھلتا رہا ہوں میں

پانی ہوا ہے شدتِ غم سے جگر کا خوں
آنکھوں سے اپنی اشک جو برسا رہا ہوں میں

روحِ فنا کہ مقصدِ اعظم ہے اس لئے
جسمِ انا کو خون میں نہلا رہا ہوں میں

دنیا سمجھ رہی ہے میں ناصح ہوں اور آثرؔ
آئینہ اپنے آپ کو دکھلا رہا ہوں میں

خاک کو خاک پر خاک مت کیجئے
اپنی مٹی کو ناپاک مت کیجئے

دیارِ دار سے آؤ گزر کے دیکھتے ہیں

یہ تجربہ بھی محبت میں کر کے دیکھتے ہیں
دیارِ دار سے آؤ گزر کے دیکھتے ہیں

اب اس کو دیکھنا ہی زندگی کا مقصد ہے
وہ جی کے مل نہیں سکتا تو مر کے دیکھتے ہیں

محبتوں کے سمندر میں کون سا ہے گھر
سمندروں کی تہوں میں اتر کے دیکھتے ہیں

جو آنکھ والے ہیں مایوس وہ نہیں ہوتے
گزرتی شب میں اجالے سحر کے دیکھتے ہیں

اسی لئے تو کہیں کے بھی ہو نہیں پاتے
اِدھر کے لوگ نظارے اُدھر کے دیکھتے ہیں

گزرنے والے گزرتے ہیں جان سے کیونکر
سو تیری راہگزر سے گزر کے دیکھتے ہیں

جو ان کی راہ میں گھائل ہوئے ہیں دیوانے
بھلا وہ زخم کب اپنے جگر کے دیکھتے ہیں

کل پر نہ آپ نیک ارادوں کو ٹالئے

اغیار کے طریق کو دل سے نکالئے
اب آپ خود کو سانچۂ سنت میں ڈھالئے

جو کام آج کرنے کے ہیں کیجئے وہ آج
کل پر نہ آپ نیک ارادوں کو ٹالئے

احیائے دین آپ کو مقصود ہے تو پھر
ٹی وی کا اپنے گھر سے جنازہ نکالئے

گر ہوگئی جواں تو بنے گی عذابِ جاں
نفسانی خواہشات کو ہرگز نہ پالئے

رکھیں گے خالی حسنِ بتاں سے جو اپنا دل
جائیں گے اس جہان سے دل میں خدا لئے

اب صاف کیجیے اپنے ہی دامن کی گندگی
ہرگز نہ آپ غیر پہ کیچڑ اچھالئے

یہ کیا کہ راہِ حق میں قناعت پسند ہوں
ہو جب تلاشِ زر تو سمندر کھنگالئے

حسنِ بتاں کا دل سے نکلنا ضروری ہے

گر چاہتے ہیں دین پہ چلنا ضروری ہے
ٹی وی کا پھر تو گھر سے نکلنا ضروری ہے

دعویٰ کیا ہے ہم نے جو عشقِ رسول ﷺ کا
اب سانچۂ رسول ﷺ میں ڈھلنا ضروری ہے

جو چل رہے ہیں ان کو ہے لازم سبک روی
جو گر رہے ہیں ان کو سنبھلنا ضروری ہے

وہ موسمی بخار میں ہیں مبتلا جنہیں
موسم کے ساتھ ساتھ بدلنا ضروری ہے

شامل ہے اس میں خون شہیدانِ اہلِ حق
اب اس شجر کا پھولنا پھلنا ضروری ہے

دنیا میں جن کے پاؤں ہیں زنجیرِ غیر میں
محشر میں ان کو ہاتھ کا ملنا ضروری ہے

رکھنا اگر ہے دل میں جمالِ خدائے پاک
حسنِ بتاں کا دل سے نکلنا ضروری ہے

گردشِ جام ہوچکی

غیرتِ صبحِ چمن شامِ بیاباں ہوگئیں
اس جہاں میں چند لمحوں کی وہ مہماں ہوگئیں

کل تلک اہلِ ہوس سے پاتی تھیں جو دادِ حسن
سات بچوں کی وہی اب دادی اماں ہوگئیں

رفتہ رفتہ ان کے پروانے رفو چکر ہوئے
نالۂ شب کرنے والوں سے وہ نالاں ہوگئیں

کل تلک جو صورتیں تھیں باعثِ تسکینِ دل
آج بوڑھی ہوگئیں تو دشمنِ جاں ہوگئیں

ایسی عقلوں کی حماقت پر مجھے حیرت ہے جو
زلفِ پیچاں کے لئے غلطاں و پیچاں ہوگئیں

جھریاں رخسار پر ہیں ہاتھ میں رعشہ ہے اب
شانِ آثارِ قدیمہ سب نمایاں ہوگئیں

امتحانِ اہلِ ایماں اب تو آساں ہوگیا
وہ بتِ کافر ادا شاید مسلماں ہوگئیں

ان کے ڈیزائن کو ریزائن کیا عشاق نے
اب وبالِ جان کیوں جانِ بہاراں ہوگئیں

بھاگ نکلے ان کے دیوانے گریباں پھاڑ کر
فخرِ گل نازِ چمن دیوارِ زنداں ہوگئیں

نہ پوچھو مرے دل کا کیا حال ہے

جو اقوامِ مغرب کا نقال ہے
مسلمان ہو کر بھی بد حال ہے

حسینوں کو بھی دعوتِ دین دے
یہ نفس اور شیطان کا جال ہے

گناہوں سے بچنا بھی ہو گا نصیب
کہ ڈاڑھی گناہوں سے خود ڈھال ہے

بس اب اس پہ سنت کا سبزہ اگا
کہ بنجر زمیں کیوں ترا گال ہے

میں ہوں اہلِ احوال کے درمیاں
نہ پوچھو مرے دل کا کیا حال ہے

جو ہیں مبتلا جیتے جی مرتے ہیں
کہ عشقِ مجازی وہ جنجال ہے

یہ فتویٰ ہے اک غالبِ حال کا
اثر کو ہوا غلبۂ حال ہے

اثرؔ تو بلندی پہ پرواز کر
ترا نام شاہین اقبال ہے

ہماری دیگر مطبوعات

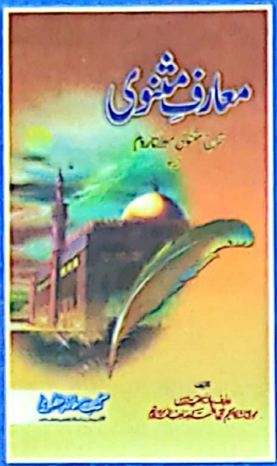

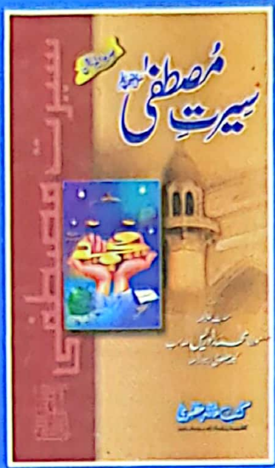

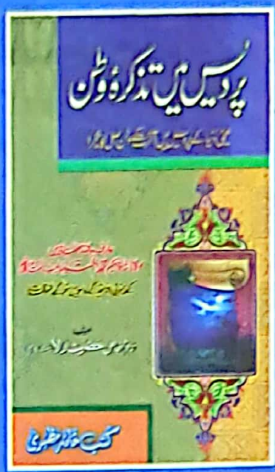

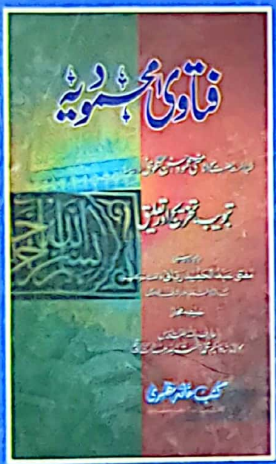

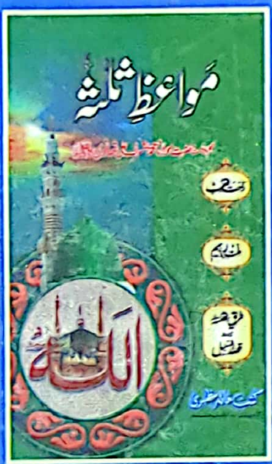

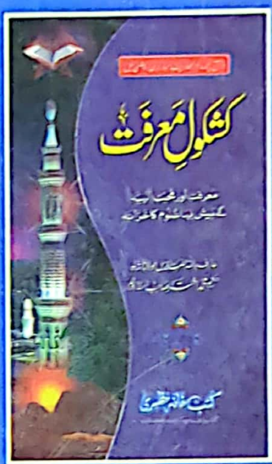

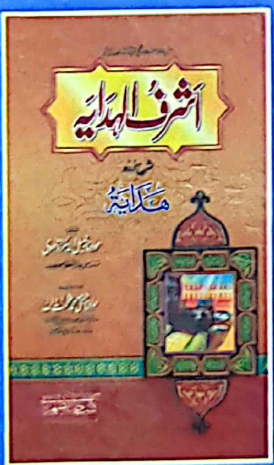

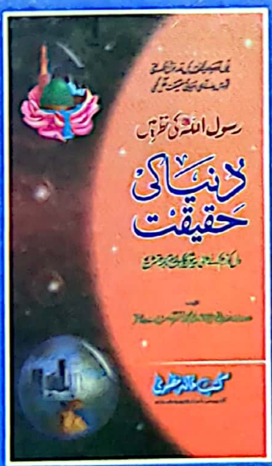

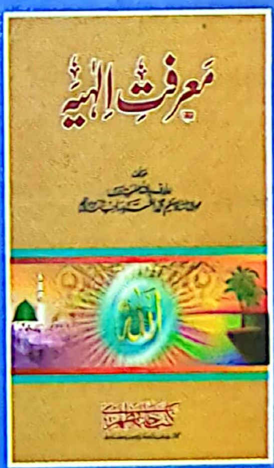

KUTUB KHANA MAZHARI
Gulshan-e-Iqbal Block-2,
P. O. Box No. 11182, Karachi, Pakistan.
Tel : (92-21) 4992176, 4818112
Fax : (92-21) 4967955
Website : www.kutubkhanamazhari.com.pk